بفضلِ خداوندِ جہاں مالکِ زمین و آسماں

رسالۂ

تذکرۂ حزیں

مؤلّفہٗ و مرتّبہٗ

جناب منشی غلام حسین خاں آفاق بنارسی حنفی المذہب ملازم قدیم دربار بنارس

تلمیذ جلیل القدر نصاحت جنگ بہادر حضرت جلیل مدظلہٗ (جانشینِ امیر مینائیؒ)

(یہ رسالہ ابتدا ۱۹۱۷ء میں رسالہ الناظر کے ساتھ بطور ضمیمہ شایع ہوا)

باہتمام اسحاق علی علوی

الناظر پریس چوک لکھنؤ میں چھپا

قیمت ۴ر

مشہور مصنفین اُردو کی کتابیں

مرزا غالب مرحوم
- اُردوی معلّٰی — ۱۲ر
- عود ہندی — ۱۰ر
- دیوان غالب قسم اعلیٰ — ۱۲ر
- ر مع شرح نظم طباطبائی — ۱۲ر
- ر مع شرح حسرت موہانی — عہ

مولانا حالی مرحوم
- حیات جاوید (مجلد) — للعہ
- یادگار غالب — ۱۲ر
- حیات سعدی — ۱۲ر
- مضامین حالی — عہ
- ضمیمہ کلیات حالی — ۱۲ر
- مجموعہ نظم حالی — ۱۲ر
- مسدس حالی — ۴ر و ۳ر
- شکوۂ ہند — ۲ر
- مثنوی حقوق اولاد — ۲ر
- رباعیات حالی — ۲ر
- قطعات حالی — ۸ر
- مرثیہ مرزا غالب — ار
- بیوہ کی مناجات — ۲ر
- الدین یسیر — ۳ر
- تحفۃ الاخوان — ۵ر
- رحم و انصاف — ار
- عیب جو داد — ار
- ننگ خدمت — ار
- طبیب اور حکیم کا مناظرہ — ار
- محب وطن — ار
- تعصب اور انصاف — ار

سر سید احمد خاں مرحوم
- مضامین تہذیب الاخلاق مجلد — ۱۲ر
- تفسیر القرآن (۶ جلد) — ۳۱ر
- تبیین الکلام (۲ جلد) — للعہ
- آثار الصنادید — ۱۲ر
- خطبات احمدیہ — ۱۲ر
- مکمل مجموعہ لکچر (مجلد) — ۱۲ر
- سیرۃ فریدیہ — ۱۰ر
- اسباب بغاوت ہند — ۶ر
- مقالات سرسید — عہ
- آخری مضامین سرسید — ۱۲ر
- النظر فی بعض مسائل — ۱۰ر
- تحریر فی اصول التفسیر — ۸ر
- احکام طعام اہل الکتاب — ۲ر
- ترقیم فی قصۃ اصحاب الکہف — ۸ر
- ابطال غلامی — عہ
- ازالۃ الغین — ۵ر
- تفسیر السمٰوات — ۸ر
- جواب امہات المومنین — ۱۲ر
- الدعا و الاستجابۃ — ۳ر
- … — ار
- آئینہ داران خدا پرست — ار
- انشاء اللہ — ار
- لکچر اسلام — ۲ر
- خلق الانسان — ار
- الجن و الجان — ۵ر
- سفرنامہ پنجاب — عہ
- …
- …

مولوی نذیر احمد مرحوم
- ترجمۃ القرآن کلاں مجلد — ۱۲ر
- ر خاکی ر — عہ
- ترجمۃ القرآن متوسط ر — للعہ
- ترجمہ حمائل مترجمہ ر — ۱۲ر
- ادعیۃ القرآن — ۶ر
- وہ سورہ — ۸ر
- مطالب القرآن — عہ
- الحقوق و الفرائض — للعہ
- اجتہاد — عہ
- امہات الامہ — ۱۲ر
- مرآۃ العروس — ۸ر
- بنات النعش — ۸ر
- توبۃ النصوح — ۸ر
- فسانۂ مبتلا — ۸ر
- منتخب الحکایات — ۸ر
- مبادی الحکمۃ — ۸ر
- موعظۂ حسنہ — ۱۰ر
- ابن الوقت — عہ
- ایامیٰ — ۱۲ر
- فسانۂ مبتلا — عہ
- لکچروں کا مجموعہ — عہ
- لکچر نمبر ۲۳ و ۲۴ — ۳ر
- لکچر نمبر ۲ و ۳ معہ تقریر سید — ۴ر
- لکچر تنبیہ — ار
- لکچر تعلیم — ۲ر
- مجموعہ نظم بے نظیر — عہ

مولانا آزاد مرحوم
- آب حیات — ۱۲ر
- دربار اکبری — ۱۲ر
- سخندان فارس — ۱۲ر
- نیرنگ خیال — ۹
- نصیحت آزاد — ۱۰ر
- قند پارسی — ۱۰ر
- قصص ہند — ۶ر

مولانا ذکاءاللہ مرحوم
- تاریخ ہندوستان ۱۰ جلد — للعہ
- تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ — ۱۲ر
- سوانح عمری ملکہ معظمہ — ۱۲ر
- رزن نامہ — عہ
- فلسفہ اشتمال — ۸ر
- محاسن الاخلاق — ۱۲ر
- تہذیب الاخلاق — ۱۰ر
- صحیفۂ فطرت — ۱۲ر
- تقویم اللسان — ۴ر
- تعلیم النظام — ۴ر
- جغرافیہ ریاضیہ — ۸ر
- رسالہ علم مساحت — ۳ر
- مبادی الحساب — ۸ر
- مساحت خرد — ۲ر
- جوابات تعلیم — ۴ر
- عجائب حساب — ۸ر
- رسالہ علم مناسب — ۳ر

مولانا شبلی مرحوم
- موازنہ انیس و دبیر — للعہ
- الفاروق — ۱۲ر
- الغزالی — ۱۲ر
- المامون — ۱۲ر
- سیرۃ النعمان — ۱۲ر
- سوانح عمری مولانا روم — ۱۲ر
- بیان خسرو — ۱۰ر
- علم الکلام — ۱۲ر
- الکلام — ۱۲ر
- سفرنامہ مصر و روم و شام — ۱۲ر
- رسائل شبلی — عہ
- مقالات شبلی — ۱۲ر
- مضامین عالمگیر — ۱۰ر
- شعر العجم جلد اول — ۱۲ر
- ر جلد دوم — ۱۲ر
- ر ر سوم — ۱۲ر
- ر ر چہارم — ۱۲ر
- مثنوی صبح امید — ۴ر
- آغاز اسلام — ۱۲ر
- کتب خانہ اسکندریہ — ۵ر
- اسلامی حکومت — ۲ر
- زیب النسا — ار
- جہانگیر — ۲ر
- مجموعہ نظم اُردو — ۸ر
- دیوان شبلی فارسی — ۸ر
- ر بوئے گل — ۴ر
- ر … — ۴ر
- ر برگ گل — ۴ر

نواب محسن الملک مرحوم
- مضامین تہذیب الاخلاق — ۱۲ر
- مسلمانوں کی تہذیب — ۴ر
- مکاتبات الاخلاق — ۱۲ر
- تقلید و عمل بالحدیث — ۸ر
- مسلمانوں کی ترقی و تنزل کے اسباب — ۸ر
- کتاب المحبت و الشوق — ۸ر
- فطرت اور قانون فطرت — ۳ر
- اسلام — ۲ر
- آیات بینات — عہ
- مجموعہ لکچر مجلد — ۱۲ر

مولانا اشہری مرحوم
- حیات انیس — ۱۲ر
- ایشیائی شاعری — عہ
- ادیب — ۸ر
- دُرِ شاہوار — ۸ر
- نورجہاں — ۸ر
- ٹیپو سلطان — ۸ر
- حیدر علی سلطان — ۱۲ر
- اُردو کا گلدستہ — ۴ر
- اُردو کی ڈالی — ۳ر
- قومی نظم — ۴ر
- مرقع تاجپوشی — عہ
- رہنما حیدرآباد دکن — ۸ر
- مکالمہ مرد و عورت — ۳ر
- …
- …

الناظر … ایجنسی

غلطنامہ تذکرۂ شیخ علی حزیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۸	زیب النسا	روشن آرا بیگم

مطبوعات الناظر پریس لکھنؤ

قواعد اُردو - اُردو زبان کی سب سے پہلی جامع مبسوط اور با اصول قواعد - از مولوی عبد الحق بی اے سکرٹری انجمن ترقی اُردو - قیمت ۱۲

محاربات صلیبی - صلیبی لڑائیوں کے حقیقی حالات جو انکی ایک مسیحی جماعت نے شایع کیے اور مذہبی تعصب کے باوجود مسلمانوں کی اولو العزمیوں کا اعتراف کیا ہے قیمت عہ

الاحسان - تصوف کی تاریخ اور اُسکی درجہ بدرجہ ترقی کے حالات - قابل دید رسالہ - قیمت ۸ر

واقعاتِ کربلا - میر انیس کے ایک ہی بحر کے مرثیوں کا انتخاب ایسے تسلسل سے مرتب کیا ہے کہ ابتدا سے انتہا تک کل مناظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں - قیمت عہ

میلاد ابن جوزی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے متعلق یہ بہترین کتاب ہے جسمیں کمال انشا پردازی کے ساتھ تمام واقعات صحیحہ بیان ہوئے ہیں اصل عربی کیساتھ اُردو ترجمہ بھی قابل دید ہے قیمت عہ

تسخیر فرانس - شکسپیر کے مشہور ڈرامے "ہنری دی ففتھ" کا اُردو ترجمہ - اردو انشا پردازی کا بہترین نمونہ قیمت ۸ر

حیات نظامی - مولانا نظامی گنجوی مصنف سکندرنامہ کے حالات زندگی - قیمت سہ

اصول نسخ - لکھنؤ کے مشہور خوشنویس منشی حامد علی صاحب مرصع رقم نے جن کی عمر کا آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا ہے اپنی ساری عمر کے مشق اور تجربہ کی بنا پر اس کتاب میں وہ اصول اور طریقے لکھدیے ہیں جن سے نو مشقوں کو خط نسخ حاصل کرنے اور اُسمیں کمال پیدا کرنے میں آسانی ہو - اصولاً وعملاً ہر طرح اس فن کی یہ ایک جامع مستند اور کار آمد کتاب ہے - قیمت ۲ر

زود پشیماں - اُردو میں اپنے طرز و انداز کا سب سے پہلا اور دلچسپ ڈراما - اسکی ابتدا میں مولانا شرر مرزا رسوا بی اے - مولوی سید سلیمان ندوی ، اور مسٹر سجاد حیدر (یلدرم) کی دلچسپ تقریظات پڑھنے کے قابل ہیں - قیمت ۸ر

جمیل و بثینہ - عرب کی سرزمین پر حسن و عشق کی چمن بندی دیکھنا ہو تو مولوی جواد علی خاں جیسے ادیب کا یہ پُر لطف فسانہ دیکھیے - قیمت ۳ر

شوکت آرا اور دو مظلوم بہنیں - ایک دردانگیز فسانہ از جناب قیصر بھوپالی - قیمت ۱ر

مساوات - مسٹر جوش کا مختصر فسانہ قیمت ۱ر

اتفاقات زمانہ - مسٹر جوش کا دلچسپ فسانہ قیمت ۱ر

مسکفرن اور لوسی - منشی احمد علی شوق قدوائی کا ایک پُر لطف ڈراما - قیمت ۲ر

ایک نادان خدا پرست - از سر سید احمد خاں قیمت ۱ر

مثنوی صبح اُمید - مولانا شبلی مرحوم کی سب سے قدیم اُردو نظم جسے حال ہی میں الناظر پریس نے بڑی صفائی سے چھاپا ہے - قیمت سہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تذکرۂ شیخ علی حزیں

۷ جون سنہ ۱۹۱۶ء کو میں اپنے ایک دوست کے عقد میں شرکت کی غرض سے بمقام گوپی گنج گیا تھا۔ یہ مقام ضلع بھدوہی (اسٹیٹ بنارس) میں شامل ہے اور بنارس سے سولہ سترہ کوس کے فاصلے پر جانب گوشۂ جنوبِ مغرب واقع ہے۔ واپسی میں علی الصباح اسٹیشن بنارس چھاؤنی پر اترا چند احباب بھی ساتھ تھے۔ عجب اتفاق کہ اس بڑے اور مشہور اسٹیشن پر اُس وقت کوئی گاڑی یا اِکہ نہیں ملا۔ دوستوں کی رائے ہوئی کہ شہر تک ٹہلتے ہوئے چلیں۔ شہر میں رام نگر پہونچنے کے لیے متعدد گاڑیاں اور بکثرت یکے مل جائیں گے، یا دریا کی راہ بہ آسانی مکان پہونچ جائینگے الغرض ہم لوگ خراماں خراماں۔ فاطمان[1] کی راہ سے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔

اس وقت میرے ساتھیوں میں علاوہ دیگر احباب کے میرے چھوٹے بھائی محمد ہاشم علیخاں[2] سلمہٗ اور حکیم محمد نعیم الدین صاحب بھی تھے۔ یہ صاحب حکیم محمد عطا کریم عطاؔ سہسرامی مرحوم کے صاحبزادے ہیں، اور حکیم عطاؔ مرحوم میرے مکتبی یار تھے۔ فاطمان کے قریب پہونچ کر ان لوگوں نے شیخ علی حزیں کی قبر دیکھنے اور اُس پر فاتحہ پڑھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ قبر شیخ کی دید کا مشتاق ہو کر میں فاطمان کے اندر داخل ہوا۔

---

[1] بنارس کا ایک مشہور قبرستان ہے۔ [2] میرے ماموں زاد بھائی ہیں۔

مرقد شیخ علی حزیں کے آس پاس ہزارہا پختہ و خام جدید و کہنہ قبریں موجود ہیں۔ اُنمیں کوئی قبر سنگِ مرمر کی سفید شفاف چمک رہی ہے۔ کسی قبر پر جرمن سلور کی خول چڑھی ہوئی ہے جسپر آفتاب کی شعاع پڑنے سے نظر کو خیرگی ہوتی ہے۔ بہت سی قبریں معمولی انیٹ پتھر کی مگر صدہا برس کی کہنہ ہیں، جنکو ہر سال ابر تے بارش کے چھینٹے دے دے کر گھٹا سے بھی کہیں زیادہ سیاہ بنا رکھا ہے۔ اکثر پُرانی قبروں کے سنگِ تعویذ جابجا سے ٹوٹ گئے ہیں۔ کسی کا نصف پتھر غائب تو کسی کا پورا پتھر ندارد ہے۔ بعض بعض قبروں کو اونچے اونچے درختوں نے اپنے سایہ میں لے رکھا ہے۔ کچھ قبریں گھانسوں نے اپنے دامن میں چھپائی ہیں۔ ان قبروں کا یہ منظر دیکھکر مجھے زیب النسا کا یہ شعر (جو اُنکی قبر پر کندہ ہے) یاد آگیا:۔

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزارِ مرا — کہ قبر پوشِ غریباں ہمیں گیاہ بس است

کچھ قبریں خام بھی تھیں، جن کا نشان اس طرح ملتا تھا کہ بعض مٹی کے ڈھیر زمین سے کچھ اونچے ہو کر بتلا رہے تھے کہ ہم بھی کسی غریب کی قبر ہیں۔ انھیں مٹی کے ڈھیروں سے ملے جُلے بعض گڑھے زمین سے ہاتھ ڈیڑھ ہاتھ نیچے بیٹھکر لاوارث قبر ہونے کا ثبوت دے رہے تھے۔ یہ دیکھکر بیساختہ میری زبان سے نکلا کہ

کوئی اتنا بھی نہیں پوچھنے والا نکلا — کیا گذرتی ہے، کہو قبر میں سونے والو

جب ان قبروں سے گذرتا ہوا اُس اکیلی قبر کے پاس پہونچا جو مسجد و روضۂ فاطمان (فاطمہؓ) سے زیادہ قربت رکھتی تھی اور اُس میں تصورات و تخیلات کا بادشاہ میٹھی نیند سو رہا تھا۔ نہ شعر کی فکر، نہ مصرعہ کا خیال، نہ مضمون آفرینی کا ہوش، نہ سخن سازی کے حواس، سنگِ قبر پر دو تین شعر جو کسی زمانے کے موزوں کیے ہوئے تھے، کندہ ہیں۔ وہی بتلا رہے ہیں کہ شیخ علی حزیں نہا دھو کر، کپڑے بدل کر، ڈیڑھ سو برس سے بھی چند سال پہلے اس سنگی قبر کے اندر مٹی کے فرش پر خوابِ استراحت میں مصروف ہیں۔ قبر پر ایک مٹی کا چراغ جو کئی راتوں کو اُس قبر پر جل جلکنے کی خبر دے رہا تھا، اور کچھ مرجھائے ہوئے پھول جو کہہ رہے تھے کہ ہم آج ہی کی رات اس

پر چڑھائے گئے ہیں پڑے تھے

ہم اور ہمارے تمام ساتھی قبر کے چبوترے پر جو بمقابلہ دوسری قبروں کے اونچا نہ تھا، جوتے اتار اتار کر چڑھ گئے۔ ہمارے ساتھیوں نے بہت اشتیاق کی نظر سے قبر کا گوشہ گوشہ دیکھا اور فاتحہ خواں ہوئے۔

فاطمان سے روانہ ہونے پر اثنائے راہ میں جہاں تک سُنے سُنائے حالات شیخ کے مجھے معلوم تھے میں نے سنا دیے مگر اس سے ان لوگوں کی پوری تشفی نہ ہوئی۔ بلکہ مفصل حالات شیخ کے سُننے کا شوق بڑھتا نظر آیا۔ لہذا ان لوگوں کا بڑھا ہوا اشتیاق دیکھکر مجھے شیخ کے مفصل حالات کے دریافت کرنے کی تلاش و فکر ہوئی۔

کتاب مفتاح التواریخ جو میرے پاس موجود ہے، و نیز کتبہائے موجودۂ کتب خانۂ سرکار آقایم بہادر[1] و دیگر ذرایع سے شیخ کے حالات تلاش و یکجا کر رہا تھا کہ میرے مہربان حافظ شیخ امام الدین صاحب نے جو، رجون کو میرے ساتھ تھے شیخ کی سوانح عمری فارسی، جس میں خود شیخ نے اپنی سرگذشت قلمبند کی ہے، مطبوعہ مسلم پریس دہلی ۱۳۱۹ھ ہجری، کہیں سے عاریتاً لاکر مجھے دی۔ اگرچہ اُس سے مجھے مزید امداد نہیں ملی۔ کیونکہ کتب خانۂ سرکار آقایم میں بھی یہی سوانحعمری شیخ کی مطبوعہ پریس مفاد ہند بنارس ۱۸۳۱ء موجود تھی اُس سے میں ضروری حالات کا اقتباس کر چکا تھا، تاہم میں حافظ جی کا مشکور رہوا۔

الغرض یہ حالات شیخ کے جہاں تک صحت و اختصار کے ساتھ ملے اختلافات رفع کرکے درج کیے۔

شیخ علی حزیں مغفور

ایک باکمال اہل سخن گذرے ہیں۔ انکی ذاتِ بابرکات آخری دور میں فارسی شاعری کے لیے

---

[1] عالیجناب فیض ظہور مہاراج دہراج دو یجراج سری مہاراجہ صاحب بہادر والی بنارس دام اقبالہ و اجلالہ

مایۂ فخر و ناز تھی - علاوہ کمالِ شاعری، وعلم وفضل کے معززامرائے ایران وذی عزت روسائے اصفہاں میں سے تھے اور نہایت نیک نفسی کے ساتھ زندگی بسر کی - دنیا ولذاتِ دنیا کو ترک کر کے خلق اللہ سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی - گوشے میں بیٹھکر یاد الٰہی کرتے تھے -

نام شیخ علی، تخلص حزیں، مذہب شیعہ تھا - شیخ تاج الدین ابراہیم، معروف بہ شیخ زاہد گیلانی کے خاندان سے ہیں - نسب نامہ شیخ علی حزیں کا شیخ زاہد گیلانی تک یہ ہے

نسب نامہ | شیخ علی حزیں بن ابیطالب بن عبداللہ بن علی بن عطاء اللہ بن اسمٰعیل بن اسحٰق بن نورالدین بن محمد بن شہاب الدین علی بن علی یعقوب بن عبدالواحد بن شمس الدین محمد بن احمد بن محمد بن جمال الدین بن شیخ تاج الدین ابراہیم معروف بہ شیخ زاہد گیلانی -

شیخ زاہد گیلانی شیخ صفی الدین اردبیلی کے مرشد و خسر تھے - شیخ صفی الدین اردبیلی ورباپجا

ؔ نسب نامہ میں بہت زیادہ اختلاف پایا گیا - مفتاح التواریخ مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں تحریر ہے کہ شیخ علی حزیں، شیخ زاہد گیلانی کی پندرہویں پشت میں ہیں، مگر مسلسل نسب نامہ اس میں نہیں ہے - سوانح عمری شیخ مطبوعہ مسلم پریس دہلی ۱۳۱۹ ہجری میں جو نسب نامہ درج ہے اُس سے اٹھارہویں پشت میں اور نسب نامہ مندرجہ کلیات حزیں مطبوعہ مطبع نامی منشی نول کشور ۱۲۹۳ ہجری سے سترہویں پشت میں شیخ زاہد گیلانی تک سلسلہ ملتا ہے کر بظاہر اس میں یہ غلطی معلوم ہوتی ہے کہ (شیخ نورالدین محمد) اور (علی یعقوب) دو نام کو سوانحعمری مذکور میں چار نام اس طرح پر دکھایا گیا ہے کہ نورالدین بن محمد و علی بن یعقوب - کلیات میں بھی (علی یعقوب کو دو نام علی بن یعقوب) لکھا ہے - تاریخ بنارس مؤلفہ حکیم سید مظہر حسن صاحب طبیب دربار بنارس مطبوعہ ۱۹۱۶ء میں جو نسب نامہ تحریر ہے اُس میں شیخ علی حزیں کو ابن ابی طالب عبداللہ بن علی بن عطاء اللہ لکھا ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی طالب عبداللہ ایک شخص کا نام ہے مگر ایسا نہیں ہے، ابی طالب ابن عبداللہ صحیح ہے - سوانح عمری وکلیات سے صاف واضح ہے - اور اسکے تاریخ بنارس میں جہاں شیخ کے اجداد کا تذکرہ کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ شیخ ابی طالب، شیخ عبداللہ کے بیٹے تھے اور شیخ عبداللہ شیخ علی بن عطاء اللہ کے بیٹے تھے - سوانح عمری شیخ مطبوعہ مفادِ ہند پریس بنارس ۱۹۱۵ء میں جو نسب نامہ درج ہے وہ مطابق تاریخ بنارس کے ہے -

کے سجادہ نشین اور شاہان صفویہ کے اجداد و حضرت امام موسیٰ کاظم کے اولاد سے تھے انکا سلسلۂ نسب حضرت موسیٰ کاظمؑ سے اکیسویں پشت میں ملتا ہے۔ بادشاہان صفوی اسی خاندان سے تھے اسی وجہ سے صفوی کہلائے۔

شیخ صدرالدین اردبیلی شیخ صفی الدین اردبیلی کے صاحبزادے و شیخ زاہد گیلانی کے نواسے تھے۔ یہ نہایت نیک اور صالح تھے۔ انکی نیکی و پرہیزگاری تیمور شاہ جیسے ذی حشم بادشاہ کو انکے مکان پر لے گئی۔ جب تیمور شاہ نے پوچھا کہ میں تمہاری کون سی خدمت کروں تو شیخ صدرالدین نے کہا کہ اُن اسیروں کو جنھیں تم روم سے لائے ہو رہا کردو۔ تیمور شاہ نے انکی یہ درخواست قبول کی جس وجہ سے وہ احسان مند قومیں شیخ صدرالدین کی معتقد ہو گئیں اور انکا اعتقاد انھیں تک نہیں رہا بلکہ اُن قوموں کی اولاد نے شیخ صدرالدین کی اولاد کا بہت عرصہ تک ساتھ دیا۔

کتاب مفتاح التواریخ میں تاریخ وفات شیخ صفی الدین اردبیلی اس طرح تحریر ہے:۔

آنکہ سلطان اولیا بودہ	درۃ التاج اصفیا بودہ
وانکہ دریاے فیض عرفان است	جد شاہان ملک ایران است
صاحب اردبیل شیخ صفی است	کاشف نکتۂ خفی و جلی است
ماہ عاشورہ دوازدہم	بود کان قطب شد بچرخ نہم
روز تکفین او دوشنبہ گو	صاحب تلد سال رحلت او

شیخ علی حزیں کے اجداد شہر استارا کے رہنے والے تھے۔ شیخ شہاب الدین شہر استارا سے لاہیجان میں کہ عمدہ ترین شہر گیلان سے ہے آئے اور قیام پذیر ہوئے۔

شیخ کے دادا شیخ علی بن عطاء اللہ ایک ذی علم و مشہور شخص تھے۔ خان احمد خاں بادشاہ

لہ سوانحعمری شیخ مطبوعہ مسطبع پریس دہلی ۱۹ سنہ ۱۳ ہجری میں یہ نام شیخ جمال الدین علی بن عطاء اللہ تحریر ہے اور دوسرے نسخوں میں یہ نام صرف علی بن عطاء اللہ تحریر ہے۔

بادشاہ گیلان نے ان سے کچھ پڑھا تھا۔ اس لیے بادشاہ انکی قابلیت علمی کی کمال تعظیم کرتا تھا۔

شیخ علی بن عطاء اللہ کے صرف ایک بیٹے تھے شیخ عبداللہ جنھوں نے کل علوم و فنون کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں اور تقوی کے باعث تارک دنیا ہوکر تھوڑی سی آمدنی پر بسر کرتے تھے

شیخ عبداللہ کے تین فرزند شیخ عطاء اللہ و شیخ ابیطالب و شیخ ابراہیم تھے۔ شیخ عطاء اللہ فرزند اکبر تھے جو لاولد مرے۔ شیخ ابراہیم جو سب سے چھوٹے تھے خوشنویسی میں ہفت قلم تھے شیخ ابیطالب (شیخ علی حزیں کے والد) بھی نہایت خوشنویس تھے ستر جلد کتابیں انکے ہاتھ کی لکھی ہوئی انکے کتب خانے میں موجود تھیں۔

شیخ ابیطالب بعد تحصیل علم ضروری بیس برس کی عمر میں بغرض صحبت علماے عراق اصفہان میں آئے اور آقا حسین خوانساری سے درس لینے لگے۔

بحالت قیام اصفہان انکی شادی حاجی عنایت اللہ اصفہانی کی لڑکی سے ہوئی جو شیخ علی حزیں کی والدہ تھیں۔ جب سے شیخ ابیطالب کی شادی حاجی عنایت اللہ کی لڑکی سے ہوئی شیخ ابیطالب اصفہان میں رہنے لگے۔

بتاریخ ۲۷ ربیع الآخر سنہ ۱۱۰۳ ہجری روز دوشنبہ شیخ علی حزیں اصفہان میں پیدا ہوے جب چار برس کے ہوے تو ملا شاہ محمد شیرازی نے جو اُس وقت کسی ضرورت سے وارد اصفہان تھے بسم اللہ کرائی۔ آٹھ برس کی عمر میں ملا حسین قاری اصفہانی سے قرآن مجید پڑھا۔ دو برس میں قرآن مجید ختم کرکے فارسی کی چند کتابیں نظم و نثر پڑھیں۔ پھر رسالہ صرف و نحو و فقہ حفظ کرکے چند رسالے منطق کے پڑھے۔

طبیعت موزوں ذہن رسا پایا تھا۔ شعر گوئی کی طرف رجوع ہوگئے۔ ہرچند انکے استاد منع کرتے تھے مگر انکا میلان طبع اسکو چھوڑنے نہ دیتا تھا۔ جو کچھ یہ موزوں کرتے تھے پوشیدہ

تاریخ بنارس مطبوعہ سنہ ۱۹۱۵ء میں تاریخ پیدائش شیخ ۲۷ جمادی الاخر سنہ ۱۱۰۳ھ تحریر ہے جو غلط ہے۔ ملاحظہ ہو کلیات حزیں مطبوعہ مطبع نامی نولکشور سنہ ۱۲۹۳ ہجری صفحہ ۱۰ و مفتاح التواریخ صفحہ ۵۲۴۔

رکھتے جاتے تھے

چند روز کے بعد فرطِ محبت سے انکے والد نے خود پڑھانا شروع کیا۔ کئی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ اسی درمیان میں اپنے والد کے ہمراہ لاہجان اپنے چچا شیخ ابراہیم کے پاس گئے۔ اور ایک سال تک وہاں مقیم رہ کر، اپنے والد کے ایما سے، اپنے چچا سے رسالہ خلاصۃ الحساب پڑھا۔ پھر وہاں سے واپس آنے پر حاجی محمد طاہر اصفہانی و حکیم شیخ عنایت اللہ گیلانی سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ اسکے بعد انکے والد نے بخواہش تربیت، شیخ خلیل اللہ طالقانی کے سپرد کیا۔ تین برس تک اُنکی خدمت میں رہ کر مستفید ہوئے۔ یہ بزرگ، شیخ کو شعر گوئی سے منع نہیں کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی خود حکم دیتے تھے کہ کچھ سناؤ۔ تخلص حزیں اُنھیں کا عطیہ ہے۔

جب خلیل اللہ طالقانی نے سفر آخرت اختیار کیا تو شیخ بہاء الدین گیلانی سے درس لینے لگے اور فرطِ شوق و ذکاوت سے مختلف فنون و علوم کی کتابیں، جنکو پڑھانہ تھا، مطالعہ کیا کرتے تھے اور مواضع مشکلہ کو اپنے والد سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح بہت سی کتابیں جو پڑھی نہ تھیں حل ہوتی گئیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ طاعت و عبادت کا بھی شوق بڑھتا جاتا تھا۔ گرباوجود کثرت مشاغل و وظائف کے شیخ کو صحبت شعرا و مشغلۂ شعر و سخن سے کمال دلچسپی رہا کرتی تھی۔

ایک روز انکے والد کے پاس چند شعرا جمع تھے، انکے والد نے جو انکی مخفی شاعری کا حال جانتے تھے انکو بھی بُلوایا۔ شعرائے حاضرین میں سے کسی نے ملا محتشم کاشی کا یہ شعر پڑھا

اے قامتِ بلند قداں در کمندِ تو رعنائی آفریدۂ قدِ بلندِ تو

انکے والد نے اُنکی طرف متوجہ ہوکر کہا مجھے علم ہے کہ تم کو شاعری کا شوق ہے اگر ہوسکے تو اس طرح میں چند شعر موزوں کرو۔ شیخ نے اُسی وقت ایک مطلع موزوں کیا۔ جب انکے والد کی انپر دوبارہ نظر پڑی اور وہ سمجھے کہ یہ کچھ کہنا چاہتے ہیں مگر ادب و حجاب مانع ہے تو پڑھنے کی اجازت دی شیخ نے فوراً یہ مطلع سنایا۔

صید از حرم کشد خم جعدِ بلندِ تو فریاد از تطاول مشکین کمندِ تو

حاضرینِ جلسہ بہت محفوظ ہوئے فرطِ مسرت سے اُچھل پڑے احسنت و آفریں کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اسی اثنا میں شیخ نے دوسرا شعر سنایا

شد رشکِ طور از ادنت کوے عاشقاں — جنبش کہ یا د خردہ جانہا سپیدِ تو

الغرض اسی طرح تھوڑے تھوڑے غور و تامل میں دوسرے اشعار موزوں کرکے سنائے۔ حضار نے بہت تعریف کی۔ اور کہا کہ اس طرح فی البدیہ اشعار موزوں کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ انکے والد نے بہت خوش ہوکر کہا اب میں نے اجازت دی تم شعر کہا کرو مگر اسقدر منہمک نہ ہو جاؤ کہ وقت ضائع ہو۔

اُسی زمانے میں شیخ کو چند احباب کی صحبت میں گھوڑا دوڑانے کا شوق ہوا۔ ایک روز چند دوستوں کے ساتھ گھوڑا دوڑا رہے تھے کہ گھوڑے سے گر پڑے اور داہنے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور ایک سال تک اصلاح میں نہ آئی۔ شیخ نے بائیں ہاتھ سے لکھنے کی مشق کی۔ اُسی وقت ایک مثنوی ساقی نامہ لکھا جس کا ابتدائی شعر یہ ہے

خدایا تو ئی آگہ از راز و بس — بہشت از تو دارند پاکاں ہوس

من و مستی و کنج میخانۂ — بہ آزادیم خطِ پیمانۂ

واقعات کے دیکھتے ہوئے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے تحصیل علم و حصول فیضِ صحبتِ علما کے لیے بہت دور دراز کے سفر اختیار کیے اور بے حد جسمانی تکلیفیں گوارا کی ہیں۔

اب تک شیخ نے تنہا گھر سے باہر قدم نہیں نکالا تھا والدین کی نظر سے اوجھل نہیں ہوئے تھے کہ بغرض تحصیل علم دارالفاضل شیراز کے دیکھنے کا اشتیاق ہو گیا۔ والدین سے اجازت کے خواستگار ہوئے۔ الفت پدری، جو خداوند عالم نے ہر ذی روح میں خلقی پیدا کی ہے، کبھی اسکی مقتضی نہیں کہ نور نظر کو، آنکھوں کے سامنے سے، دم بھر کے لیے بھی اوجھل ہونے دے۔ مخصوص ایسے لائق اور ہونہار بیٹے کو۔ لیکن انکے والد نے جو خود ایک ذی علم و قابل شخص تھے اور اپنے بیٹے کو سپہر علم کا مہر تاباں بنانا چاہتے تھے دل پر نہایت جبر گوارا کرکے اجازت دے دی۔

شیخ اجازت پاتے ہی خوشی خوشی اصفہان سے روانہ ہو کر بعد قطع منازل و طے مراحل ۔۔۔۔
شیراز میں داخل ہوئے اور شیخ محمد مسیح فسائی سے کہ جو آقا حسین خوانساری کے شاگرد تھے درس لینے لگے۔

کئی سال تک شیراز میں مقیم رہ کر چند کتابیں شیخ محمد مسیح فسائی سے پڑھیں۔ اور جب تک شیخ محمد مسیح زندہ رہے دوسرے سے درس نہیں لیا۔ بعد وفات شیخ محمد مسیح فسائی کے چند کتابیں مولوی لطف اللہ شیرازی و باقر صوفی سے پڑھیں۔

عرصہ دراز تک شیراز میں مصروفِ تحصیل علم رہنے کے بعد شیراز سے روانہ ہو کر محال بیضیاے فارس آئے۔ اگرچہ یہاں بجز چند قریہ معمورہ کے شہریت بالکل نہیں رہ گئی تھی مگر اس مقام کو خوبی آب و ہوا سے ممتاز، مکانات و شکارگاہ سے دلچسپ پایا۔ چندروز وہاں قیام کیا اور وہاں کے علما و فضلا کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔

محال بیضیاے فارس سے روانہ ہو کر اردکان فارس گئے۔ وہاں عبدالکریم اردکانی سے کہ عابد و عالم تھے علم نجوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، چندے صحبت رہی۔ وہاں سے پھر شیراز واپس آئے۔ چند روز شیراز میں قیام کر کے شہر فسا ہوتے ہوئے شہر گازرون کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر گازرون میں پہونچکر معلوم ہوا کہ عارفِ ربّانی شیخ سلام اللہ سولستانی جنکا سلسلۂ مشائخ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے، دنیا سے کنارہ کش ہو کر پہاڑ میں گوشہ نشیں ہیں، اُنکی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے ایک گانوں میں ٹھہر گئے وہاں کے رہنے والوں سے معلوم ہوا کہ یہ بزرگ کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے۔ مگر شیخ کو اُن سے اعتقاد خاص تھا۔ تقدیر راہبر ہوئی، حضوری حاصل ہو گئی۔ چند روز حاضر باشی کے بعد شیخ نے یہ تمنا ظاہر کی کہ بقیہ زندگی اسی مقام پر بسر کروں مگر اُنھوں نے اجازت نہ دی۔ اور رخصت کیا۔ شیخ کا قول ہے کہ اس وقت تک مجھے جسقدر توفیقِ سعادت و خیر میسر ہوئی ہے اُنھیں بزرگ کی برکت اور نظر اشفاق کا نتیجہ ہے۔

شہر گازرون سے روانہ ہوکر شہر سولستان و شہر جہرم و خطۂ لار ہوتے ہوئے بندرعباس آئے اور بعقصد مکہ معظمہ جہاز پر سوار ہوئے۔ خوبیٔ قسمت سے جہاز ہی پر بیمار ہو گئے۔ جب جہاز ساحلِ عمان پر پہونچا ابھی جہاز سے اُترنے بھی نہ پائے تھے کہ ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ اکثر مسافر جنگل میں پڑے رہ گئے۔ شیخ بھی اُسی حالتِ علالت میں پڑے رہے۔ جب صحت ہوئی تو زمانۂ حج گذر چکا تھا۔ وہاں سے واپس ہوکر جزیرۂ بحرین آئے۔ یہاں سے ساحل فارس بندر بھوزہ کنگ میں آکر شیراز چلے آئے۔

اس سفر میں شیخ نے ملک فارس کی اچھی طرح سیر کرلی۔ اب انکے دل میں یہ سمائی کہ دنیا و لذاتِ دنیا کو چھوڑ کر پہاڑوں میں کسی مقام پر جہاں گوشہ ویرانی ہو، گوشہ نشینی اختیار کروں اور خلق خدا سے کنارہ کش ہوکر جو کچھ خدا دے اُسی پر قناعت کر دوں، لیکن کل امر مرہونٍ باوقاتہا۔ اُس وقت شیخ کا یہ خیال پورا نہ ہو سکا، انکے والد کی تحریر بڑے اصرار کی ملی جسکے دیکھتے ہی شیخ کا دل بےچین ہوگیا فوراً بہ ارادۂ اصفہان شیراز سے روانہ ہوئے۔

اصفہان میں پہونچکر والدین کی قدمبوسی حاصل کی، بھائیوں سے ملے۔ شیخ کے والدین نے چاہا کہ انکی شادی کر دیں مگر شیخ نے اپنے اشتغالِ علمی کو مانع سمجھکر انکار کیا اور تجرّد و فارغ البالی کو انسب سمجھا۔

۱۱۲۷ء ہجری میں انکے والد شیخ ابیطالب نے دنیا سے رحلت کی اور دو سال کے بعد انکی والدہ نے بھی جنت کا راستہ لیا۔ اب گھر میں بجز ایک ضعیفہ جدۂ مادری اور دو بھائیوں کے کوئی نہ رہ گیا۔ انکے چچا شیخ ابراہیم جو لاہجان میں انتظام جاگیر کرتے تھے وہ پہلے ہی مر چکے تھے۔ شیخ ان صدموں سے بہت مغموم رہا کرتے تھے۔ اور انکے دل میں دنیا کی طرف سے نفرت اور گوشہ نشینی کی رغبت بڑھتی جاتی تھی۔ لیکن جب پسماندگاں کی بیکسی پر غور کرتے تھے تو مجبور ہو جاتے تھے۔

کل جاگیر و علاقہ شیخ کا صوبۂ گیلان میں تھا۔ انکے چچا کے مرجانے اور کسی غمخوار کے منتظم

نہ ہونے سے اُسکی آمدنی میں جسپر اُنکے تمام اخراجات کا دارمدار تھا، روزافزوں کمی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ اس اطراف میں جہاں جاگیر وعلاقہ تھا روس کا قبضہ ہوگیا اور وہ ذریعۂ آمدنی کا قطعی جاتا رہا۔ اس کثرتِ حزن وملال میں بجز مشغلۂ شعر وسخن کوئی دمساز و دلنواز نہ تھا جو دم بھر بھی اُنکا غم غلط کرتا۔

چرخ ستمگار اس پر بھی خاموش نہ بیٹھا یعنی شیخ اسی رنج وغم میں مبتلا تھے کہ ایران کے تنزل کا زمانہ شروع ہو چکا تھا۔ افغانیوں نے میرویس خاں قندھاری کو سردار بنا کر ایران پر حملہ کیا۔ میرویس خاں اصفہاں پہونچا اور شاہ نواز خاں حاکم اصفہان کو قتل کرکے مالکِ خزانہ بن بیٹھا۔ شاہ حسین صفوی ابن سلیمان صفوی سے جسکی فوج ایک مدت سے آرام طلبی کی عادی ہو رہی تھی تدارک انسداد قرار واقعی نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ میرویس خاں کا انتقال ہوگیا اُسکے بعد اس کا بیٹا محمود خاں قندھاری اسکا جانشین ہوکر کرمان یزد میں پہونچا اور قتل وغارت کرتا ہوا اصفہان میں آیا۔ یہاں بھی لوٹ اور غارتگری شروع کر دی۔

اسی لوٹ میں اہلِ شہر کے ساتھ شیخ کا بھی تمام مال واسباب وکتب خانہ جسمیں قریب ایک ہزار جلد کتابیں تھیں لُٹ گیا۔ شیخ کے دونوں بھائی وجدۂ مادری کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ شہر کے لوگ ہر گوشے سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔ یکم محرم ۱۱۳۵ھ ہجری کو شیخ بھی بتغیر لباس اصفہان سے نکلکر قریب کے ایک گانوں میں پوشیدہ ہو رہے۔

۱۵ محرم ۱۱۳۵ھ ہجری کو شاہ محمود قندھاری نے شاہ حسین صفوی کو قید کرکے تمام شہر پر اپنا قبضہ کر لیا۔ شیخ یہ خبر سنکر اُس گانوں سے روانہ ہوے اور خوانساز میں چلے گئے۔ خوانساز سے خرم آباد جو لرستان فیلی کا دارالحکومت تھا پہونچے۔ یہاں علی مرداں حاکم خرم آباد کے ہاں جو شیخ کا شناسا تھا، مقیم ہوے۔ علی مرداں بوجہ علم وفضل کے شیخ کی بہت عزت واحترام کرتا تھا۔

بوجہ صدماتِ متواتر وہجوم رنج ومحن شیخ کے قوائے دماغی بیکار ہوگئے تھے اور کوئی معلومات

صفحۂ خاطر پر نزدہ گئی تھی۔ ایک سال اسی حالت میں گذری۔ جب صحت ہوئی تو خرم آباد کے معززین و علما سے ملے اور صحبتِ احباب و سیرِ مقامات میں بسر ہونے لگی۔

شاہ طہماسپ ثانی پسر شاہ حسین صفوی بعد قید پدر بخیال تدارک فاغنہ آذربائیجان میں مقیم تھا کہ آمدِ لشکرِ روم کی خبر معلوم ہوئی۔ شاہ طہماسپ مع لشکر قزلباش فوجِ روم سے برسرپیکار ہوا۔ روم کی جماعت کثیر ہونے کے ماسوا فوجِ روم کو برابر مدد پہونچتی جاتی تھی، اس وجہ سے شاہ طہماسپ روم کی فوجِ ظفر موج کو روک نہ سکا۔

سپہ سالارِ روم نے خرم آباد پر حملہ کرنا چاہا۔ علی مرداں حاکم خرم آباد نے یہ خبر سنکر چاہا کہ خود شہر کو غارت اور خراب کرکے اور رعایا کو ساتھ لیکر کسی پہاڑ پر چلے جائیں کیونکہ فوجِ روم کا مقابلہ کرنا اور انپر فتحیاب ہونا مشکل ہے۔ شیخ نے بنظر ہمدردی یہ رائے دی کہ ایسے شہر رشکِ ارم کو اپنے ہاتھوں خراب کرکے خلق اللہ کو پریشانی میں ڈالنا، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو سرِ ہلاکت رکھنے سے بہتر یہ ہے کہ تمام لوگ متفق و مستعد ہو جائیں اور دشمن کو روکنے کی کوشش کریں۔ اس رائے کو سب نے پسند کیا اور باہم عہد و پیمان ہونے کے بعد سب نے مسلح ہوکر حصار و قلعہ کو مستحکم کیا۔ رومیوں نے آذربائیجان سے چل کر ہمدان پر حملہ کیا اور بعد جنگِ عظیم ایرانیوں سے ہمدان لیلیا اور بہت سے معزز نامی اشخاص کو گرفتار کرلیا۔ اُن قیدیوں میں کچھ احباب شیخ کے بھی تھے۔ جبکہ شیخ غیروں کے ساتھ ہمدردی و احسان کرنے کے عادی تھے تو اپنے دوستوں کو قید میں دیکھنا انکی حمیت اور ہمدردی کے کب شایان شان تھا۔ جس وقت شیخ نے اپنے دوستوں کا قید میں جانا سنا بیچین ہو گئے۔ اپنی جگہ پر خاموش نہ بیٹھ سکے۔ نشتر آدمیوں کو ہمراہ لیکر روم کے لشکر کی طرف روانہ ہوے۔ لشکر روم میں اکثر معززین کرمان شاہان بھی تھے اور وہ لوگ شیخ کے قدیم شناساؤں میں تھے۔ شیخ نے اُن لوگوں کے ذریعے سے تمام قیدیوں کو رہائی دلوائی اور مقام محفوظ میں پہونچا کر آپ خرم آباد چلے آئے۔

شیخ اُن لوگوں کو پہونچا کر آپ خرم آباد آئے مگر اب خرم آباد کو بھی سپاہِ روم کے خوف سے

خالی نہ پایا۔ اس لیے وہاں سے روانہ ہو کر بصرہ آئے۔ بصرے آنے پر خیال آیا کہ حج کا زمانہ قریب ہے۔ فوراً بصرے سے روانہ ہو کر بندادآئے۔ یہاں جہاز نقصبدحج کھل رہا تھا سوار ہو گئے۔ چالیس روز کی مسافت طے کر کے جہاز ساحل یمن پر پہونچا۔ ع۔ تقدیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی۔ شیخ اس مرتبہ پھر بیمار ہو گئے۔ اور زمانۂ حج گذر گیا۔ شیخ نہایت افسوس کے ساتھ اُسی حالتِ بیماری میں واپس ہو کر بصرہ و لرستان فیلی ہوتے ہوے خرم آباد آئے۔

شیخ بحالتِ بیماری خرم آباد میں مقیم تھے کہ احمدؔ پاشا ابن حسن پاشا سردار روم کے آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ اور یہاں کے لوگ بھاگ بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے۔ شیخ بوجہ علالت مع چند خدمتگاروں کے وہیں رہ گئے تھے کہ احمدؔ پاشا مع فوج ظفر موج شہر میں داخل ہو گیا۔ اب شیخ نے تنہا رہنا مناسب نہ سمجھا اور لشکر روم میں چلے گئے۔

سردار روم نے اپنی طرف سے ایک شخص کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے وہاں سے مراجعت کی۔ شیخ بھی اُنھیں کے ہمراہ روانہ ہوے۔ بسبب ضعف و بیماری کرمان شاہاں میں آکر رہ گئے۔ جب بخوبی صحت ہو گئی تو کرمان شاہاں سے روانہ ہو کر بغداد پہونچے اور بغداد سے کربلاے معلّی و نجف اشرف میں تین سال مقیم رہے۔ یہاں سے بقصد مشہد و خراسان روانہ ہوے۔ مگر جنگ کا زمانہ تھا۔ تمام راستہ مخدوش ہو رہا تھا۔ مشہد نہ جا سکے پھر کرمان شاہاں میں چلے آئے۔ یہاں سے آذربائیجان آئے مگر یہاں بھی آبِ ودانے نے رہنے نہ دیا اردبیل و گیلان ہوتے ہوے شہر استارا میں جو کسی وقت شیخ کے اجداد کا وطن تھا، آئے۔

اُسوقت شہر استارا میں یحییٰ خاں حاکم تھا، بوجہ قابلیتِ علمی شیخ کی بہت قدر کی اور قیام کے لیے مُصر ہوا۔ شیخ اُسکے اصرار سے چند روز استارا میں مقیم رہے۔ یہاں شیخ کے چند ہمراہی طاعون میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئے اس وجہ سے شیخ وہاں سے روانہ ہو کر مازندراں آئے۔

جب شاہ طہماسپ فوج روم سے برسرپیکار تھا، افغانوں نے موقع پا کر سرحد خراسان

تک قبضہ کر لیا تھا۔ کچھ حصے کے مالک تو افغان ہو گئے تھے بقیہ حصہ خراسان پر ملک محمود سیستانی حاکم نیمروز جو شاہی نمکخوار تھا، بادشاہ سے منحرف ہو کر قابض ہو گیا اور خود صاحب سکہ وخطبہ ہو کر مشہد میں مقیم تھا۔ بادشاہ طہماسپ میں قوتِ محاربہ باقی نہیں رہ گئی تھی جو ملک محمود کو اسکی خود سری کی سزا دے سکتا۔ بادشاہ اسی فکر میں تھا کہ ایک جماعت استرآبادی اور چند دیگر گروہ آ آ کر لشکر شاہی میں شامل ہوئے۔ جب بادشاہ کی طرف جمعیت کافی ہو گئی تو شاہ طہماسپ اور ملک محمود میں مقابلہ ہوا۔ چند روز تک خونریز جنگ ہوتی رہی بالآخر ملک محمود قید ہوا اور قید میں ہلاک کر دیا گیا۔

جو گروہ اس جنگ میں شاہی لشکر کے مددگار اور شاہ طہماسپ کی فتح میں ساعی ہوئے اُن میں سے ایک گروہ کا سردار نادر قلی[۱] بیگ بھی تھا۔ آدمی شجاع وبہادر تھا۔ جب شاہ طہماسپ نے اس جنگ میں اسکی کارگذاریاں دیکھیں تو یہ خیال کر کے کہ شاید اسکی بدولت ایران کی زوالی حالت میں ترقی کی صورت پیدا ہو، نادر قلی کو خراسان کی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ تقدیر راہبر تھی، رفتہ رفتہ موردِ الطاف شاہی ہو کر بہت بڑے مرتبے پر پہونچ گیا۔ یہاں تک کہ طہماسپ قلی خاں خطاب پایا۔ تمام ملکی انتظامات اُسکے ہاتھ میں دے دیے گئے اور اُس کو پورا استقلال ہو گیا۔ طہماسپ قلی خاں کی روزافزوں ترقی وسرفرازی دیکھ دیکھکر دوسرے امراء وارکین دل ہی دل میں بُرا مانتے تھے۔ طہماسپ قلی خاں بھی اُن امراء وارباب مناصب سے صفائی نہ رکھتا تھا، بلکہ اُن لوگوں کو خار راہ سمجھتا تھا۔

جب بادشاہ طہماسپ مشہد میں مقیم تھا، شیخ مازندراں سے روانہ ہو کر استرآباد ہوتے ہوئے مشہد آئے اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے بخیال اُنکے علم وفضل کے بہت عزت کی۔ شیخ اراکین سلطنت میں شامل ہو کر بادشاہ کے حضور میں رہنے لگے۔

---

[۱] نادر قلی، امام قلی گڈرئیے کا بیٹا تھا۔ ۱۱۰۰ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ ابتدا میں بہت غریب شخص تھا۔ ایک عرصہ تک لٹیروں کے گروہ میں رہ کر لوٹ مار سے گذر اوقات کرتا رہا۔

ماہ صفر ۱۱۴۲ھ ہجری میں اشرف خاں افغان محمود شاہ قندھاری کا چچازاد بھائی فوج لیکر خراسان کی طرف متوجہ ہوا۔ بادشاہ طہماسپ طہماسپ قلی خاں معہ دیگر امرا و ارکین فوج موجودہ مشہد لیکر بقصد مقابلہ روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے شیخ کو بھی ہمراہ چلنے کا حکم دیا۔ مجبوراً منزل اول تک شیخ ہمراہ رہے مگر معذرت کر کے عقب لشکر باطمنیان روانہ ہوتے رہے۔ شیخ کو شہر سبزوار سے تپ آنے لگی۔ امغان میں پہونچکر ٹھہر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو شہر سارا مازندران میں آئے یہاں سے چند روز کے بعد طہران چلے گئے۔

اشرف خاں افغان بعد شکست فارس کی طرف بھاگا۔ طہماسپ قلیخاں مع فوج اُسکے عقب میں مامور ہوا۔ شیراز میں پہونچکر افغان و طہماسپ قلیخاں میں پھر جنگ ہوئی وہاں بھی افغان کو شکست ہوئی۔ پندرہ روز کے بعد خطۂ لار میں پہونچا وہاں سے بھی شکست کے بعد قندھار اور قندھار سے بلوچستان پہونچا۔ ہر جگہ اسکے ہمراہی کم ہوتے جاتے تھے بلوچستان میں پہونچنے پر صرف دو تین ہمراہی باقی رہ گئے تھے، پسر عبداللہ بلوچ نے اشرف خاں افغان کو قتل کر کے اُسکا سر مع ایک وزنی ہیرے کے جو اُسکے بازو پر تھا طہماسپ شاہ کے پاس بھیجدیا۔

طہماسپ قلی خاں اشرف خاں افغان کو شکست دیکر فارس سے روانہ ہوا۔ عربستان و لرستان فیلی ہوتا ہوا قلمرو علیشکر میں آکر حاکم ہمدان و لشکر روم سے برسر پیکار رہا اور فتح پائی۔ وہاں سے آگے بڑھا آذربائیجان پہونچکر رومیوں سے جنگ کی۔ تبریز کو رومیوں کے قبضہ سے چھوڑا لیا اور آب ارس کے ایک طرف قبضہ کر کے حکام مقرر کر دیے اور دوسری طرف امرائے روم سے صلح کر لی۔ قلعۂ ہرات خالی پاکر دشمن قابض ہو گئے تھے طہماسپ قلیخاں اُنکی طرف متوجہ ہوا اور قلعہ ہرات پر جا کر قبضہ کیا۔

شیخ طہران سے روانہ ہو کر اصفہان آئے۔ بادشاہ طہماسپ اُس وقت اصفہان میں موجود تھا۔ چھ ماہ تک بادشاہ کے حضور میں رہے۔ اس درمیان میں شیخ نے بادشاہ سے

چند مفید باتیں کہیں اور بارہا ایسی رائے دی جو باعثِ بقائے ملک و دولت تھی گر موافق پیروی[1]
نواح ہمدان میں کچھ لوگ خود سر ہوگئے اور قلعہ درست کیا تھا۔ بادشاہ طہماسپ
اُنکی سرکوبی اور بقیہ[2] آذربائیجان کو چھڑانے کی غرض سے اصفہان سے روانہ ہوا۔ شیخ کو بھی
ہمراہ لینا چاہا مگر شیخ سامان سفر درست نہ رہنے کا عذر پیش کر کے رہ گئے اور وہاں سے
خیرانہ چلے آئے۔ چند روز شیراز رہ کر لار ہوتے ہوئے بندر عباس پہونچے اور انگریزی جہاز پر
سوار ہوکر جدہ آئے اور ایک قافلہ کے ساتھ جدہ سے مکہ معظمہ پہونچ گئے۔ ایک مدت کی تمنا
(حج بیت اللہ شریف) پوری ہوئی۔

بادشاہ طہماسپ اصفہان سے روانہ ہوکر نواح ہمدان میں پہونچا۔ وہاں احمد پاشا
سردار روم سے جنگ عظیم کے بعد صلح کرلی۔ احمد پاشا بغداد چلا گیا۔

اُدھر[3] تو بادشاہ کا بہادر سپہ سالار طہماسپ قلیخاں جنگ اور دشمنوں کی سرکوبی میں
مصروف تھا اِدھر یہ ضعیف العقل بادشاہ، طہماسپ قلیخاں کے مفتوحہ ومقبوضہ مقامات
کھو رہا تھا۔

طہماسپ قلیخاں نے صلح ہمدان کو، جو بادشاہ نے احمد پاشا سے کی تھی نامنظور کر دیا۔
اور اسی نقص کی وجہ سے طہماسپ شاہ کو تخت سے اتار کر اُسکے بیٹے عباس کو جو صرف چند ماہ
کا تھا بادشاہ نامزد کر لیا۔ پھر آپ بطور نائب سلطان انتظام سلطنت میں مصروف ہوا۔

۱۱۴۵ہجری میں جب شیخ بعد حصول شرف حج بیت اللہ شریف بندر عباس میں واپس آئے

لہ اگرچہ وہ مفید باتیں جو شیخ نے کہی تھیں معلوم نہیں ہوئیں کہ کیا تھیں مگر صورت حال سے یقین ہوتا ہے
کہ ہو نہ ہو وہ باتیں طہماسپ قلی خاں کے خلاف تھیں جس وجہ سے شیخ کی طرف سے بھی طہماسپ قلیخاں مکدر تھا۔
اور اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ کو عمر بھر کے لیے ایران چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔

سلہ یہ وہی بقیہ آذربائیجان ہے جسکی نسبت طہماسپ قلیخاں نے سرداران روم سے مصلحتاً صلح کرلی تھی۔

سلہ ملاحظہ ہو تاریخ ایران مولفہ منشی حسینی مدرس مطبوعہ ۱۹۴۲ء مطبع اُردو اخبار پریس دہلی۔

تو سنا کہ ایران میں تغیر حکومت ہو گیا ہے، بادشاہ طہماسپ قید کر لیا گیا، طہماسپ قلی خود متصرف ہو گیا۔ یہ خبر سنکر شیخ دو ماہ تک بندر عباس میں مقیم رہے۔ وہاں سے روانہ ہو کر اصفہان آئے مگر اصفہان کو جائے اقامت نہ پایا۔ وہاں سے لار آئے لار آنے پر معلوم ہوا کہ لار کا حاکم سابق گرفتار ہو گیا اور خان معظم[۱] کی طرف سے حاکم جدید مقرر ہو گیا ہے۔

بحکم خان معظم، محمد خاں بلوچ سردار فارس مقرر کیا گیا اُسنے باتفاق رائے حاکم شیراز خطۂ لار کا قصد کیا۔ جب محمد خاں بلوچ کی فوج شہر جہرم میں پہونچی اور عبد الغنی حاکم جہرم سے جو شیخ کا دوست تھا کوئی معاملہ طے نہیں ہوا تو نوبت جنگ کی پہونچی۔

اُدھر تو جہرم میں جنگ ہو رہی تھی، اِدھر لار کے لوگوں میں غضب کی شورش پھیل گئی آخر کار بلوہ ہو گیا اور بلوائیوں نے حاکم لار کو مع چند غلاموں کے قتل کر ڈالا۔ طرفداران خان معظم نے اس بلوے کو باشارۂ شیخ سمجھا۔ سردار فارس جو شہر جہرم کو محصور کیے ہوئے تھا، اس بلوے کی خبر سنتے ہی حاکم شیراز کو مع فوج جہرم کے محاصرہ پر چھوڑ کر خود لشکر گراں کے ساتھ خطۂ لار میں آ گیا۔ اور شہر میں قتل عام شروع کر دیا۔ شہر والے اپنی جان بچا کر بھاگ رہے تھے اُنھیں کے ساتھ شیخ بھی نکل گئے اور بندر عباس چلے آئے۔

احمد پاشا بعد جنگ ہمدان بغداد کی طرف چلا گیا تھا اور خان معظم نے صلح کو جو بادشاہ نے رومیوں سے کی تھی نامنظور کر دیا تھا۔ جب یہ خبر روم میں پہونچی تو روم سے توپال پاشا سپہ سالار روم مع فوج کثیر کے امداد کے لیے بھیجا گیا اور بعد جنگ عظیم کے خان معظم کو شکست ہوئی۔ لیکن خان معظم نے چند روز میں پھر فوج جمع کر کے سنہ ۱۱۴۶[۲] ہجری میں جنگ کی اور فتح پائی توپال پاشا مارا گیا اور بغداد شریف میں مقبرہ حضرت امام ابو حنیفہؒ میں دفن ہوا۔

---

[۱] طہماسپ شاہ کے تخت سے اُتارے جانے کے بعد طہماسب قلی خاں کا لقب خان معظم ہو گیا۔

[۲] تاریخ فارس مطبوعہ سنہ ۱۹۱۶ء میں توپال پاشا کا مارا جانا سنہ ۱۱۴۲ ہجری میں لکھا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ سوانح عمری شیخ مطبوعہ مسلم پریس دہلی سنہ ۱۳۱۹ ہجری کے صفحہ ۶۵ سطر ۹ میں ۱۱۴۶ (ست اربعین و مائۃ بعد الالف) تحریر ہے۔

جب شیخ نے ایران کی یہ حالت دیکھی تو دوسری ولایت چلے جانے کا قصد کرلیا جہاز سندھ کی طرف جارہا تھا۔ ۱۰ رمضان المبارک ۱۱۴۶ہجری کو اسی جہاز پر سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ غرّۂ شوال[1] ۱۱۴۶ہجری کو جہاز ساحل ٹھٹھ پر جو سندھ کا صدر مقام ہے پہونچا۔ شیخ کا خیال تھا کہ یہاں کوئی شخص مجھے نہ پہچانے گا مگر اسی روز ایک گروہِ تجار نے کہ فارس میں شیخ کو دیکھا تھا، پہچان لیا۔

خان معظم توپال پاشا کو مار کر جب اس مہم سے فتحیاب واپس آیا تو سنا کہ شاہ عباس یعنے وہ لڑکا جو بادشاہ کہلاتا تھا فوت ہوگیا، تختِ ایران خالی ہے۔ اسی درمیان میں تقریبِ نوروز ۱۷۳۶ء تمام امرا و سرداران ایران نے جمع ہوکر خان معظم سے استدعا کی کہ آپ بادشاہتِ ایران قبول فرمایئے۔ مگر خان معظم نے بظاہر انکار کیا۔ جب امرا و ارا کین نے بمنت و سماجت تمام اصرار کیا۔ اُس وقت خان معظم جو مذہب شیعہ ترک کرکے سُنّی ہوچکا تھا اس شرط[2] پر بادشاہت قبول کرنے کا وعدہ کیا کہ مذہب امامیہ موقوف کردیا جائے اور سب لوگ سُنّی رہیں تاکہ ایک مذہب ہوجانے سے تمام مسلمانوں میں سلوک و موافقت پیدا ہو۔ اگرچہ یہ شرط تمام قوم کی مرضی کے موافق نہ تھی اور نادرشاہ کے مرنے کے بعد وہ لوگ پھر شیعہ ہوگئے مگر اس وقت اس انقلاب کا اقرار کیا گیا اور خان معظم ۱۱۴۸ہجری مطابق ۱۷۳۶ء میں ملقب نادرشاہ بادشاہِ ایران مقرر ہوا۔

شیخ چند روز ٹھٹھ میں رہے وہاں سے بسواریِ کشتی خدا آباد میں جو سندھ کا ایک قریہ ور

[1] تاریخ بنارس میں شیخ کا حج سے ۱۱۴۵ہجری میں بندر عباس واپس آکر تغیر ایران کی خبر سننا۔ اور شیخ کا یہ اوضاع ایران دیکھکر بلاد سندھ کی طرف جانا اور ٹھٹھ میں غرّۂ شوال ۱۱۴۰ہجری کو پہونچنا لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ بنارس صفحہ ۴۰۲ سطر ۸ و صفحہ ۴۰۲ سطر ۲ و ۱۴ ۱۶ لغایت ۱۹۔ اس جگہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب شیخ ۱۱۴۰ہجری میں بمقام ٹھٹھ (سندھ) آگئے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ سندھ میں آنے کے بعد پھر شیخ کو ایران جانا میسر نہیں ہوا تو پھر ۱۱۴۵ہجری میں حج کے بعد بندر عباس کیونکر پہونچ گئے جو تغیر ایران کی خبر سنی۔ [2] ملاحظہ ہو تاریخ ایران مطبوعہ ۱۹۲۵ء اردو اخبار پریس دہلی صفحہ ۱۶۲

ٹھٹھ سے چند روز کی مسافت پر واقع ہے، آئے۔ اور خدا آباد سے بسواری کشتی روانہ ہو کر تین روز کے بعد شہر بھکر میں پہونچے۔ یہ شہر دریائے سندھ کے کنارے پر واقع ہے اور خراسان کے تجار اسی راہ سے ہندوستان میں داخل ہوتے ہیں۔ مگر مفارقتِ ایران اور انکی بےسروسامانی نے جوان کو ہردم بیچین و بیقرار رکھتی تھی یہاں بھی نہ رہنے دیا اور بھکر سے روانہ ہو کر ملتان گئے ملتان بہت لانبا چوڑا شہر نہیں ہے لیکن یہاں کے لوگ متمول زیادہ ہیں۔ یہاں بھی تنہائی و ناکامی سے طبیعت پریشان رہی جی نہ لگا۔ بہزار خرابی چند روز تک ملتان میں مقیم رہ کر اپنے ہوش پریدہ و حواس رمیدہ کو یہ ندا دیتے رہے۔

مطرب سماع بر کش و ساقی شراب دہ ایام را بجان و فلک را جواب دہ

زمانۂ قیام ملتان میں بموسم گرما دریائے سندھ میں سیلاب آیا اور تمام صحرا و عمارات و مکانات پر پانی چڑھ گیا آمد و رفت بذریعہ کشتی ہوتی رہی۔ جب سیلاب کم ہوا وبائی بیماریاں پھیل گئیں اور پانچ چھ مہینے تک یہ بلائیں ملتان پر نازل رہیں۔ شیخ بھی تپ میں مبتلا ہو گئے۔ اسی زمانۂ سختی میں شیخ ملتان سے روانہ ہو کر لاہور آئے۔ لاہور دریائے انڈس کے (جو کشمیر سے آ کر لاہور سے گذرتا ہوا ملتان جاتا ہے) کنارے پر ہے اور بوجہ دارالقیام شاہان مغلیہ کے نہایت خوشنما و بے نظیر شہر ہے۔ ایک تو علالت دوسرے تکلیفِ مسافت، شیخ لاہور میں پہونچ کر نہایت ناتوان ہو گئے تھے جب صحت ہوئی تو کچھ ایسے وجوہ پیش آئے۔ جنکے باعث شیخ کو لاہور سے روانہ ہونا اور بلا خواہش و قصد دہلی آنا پڑا۔ دہلی میں ایک سال کے قریب مقیم رہے۔

ایران کی محبت کہیں آرام سے نہ بیٹھنے دیتی تھی، رہ رہ کر نشتر کی طرح دل میں چبھکر تڑپا دیا کرتی تھی۔ کابل و قندھار کی راہ سے خراسان چلے جانے کا مصمم ارادہ دل میں ٹھان کر شیخ دہلی سے پھر لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔

اِدھر تو شیخ خراسان کی تمنا میں دہلی سے روانہ ہو رہے تھے اُدھر تقدیر انکی تمنا پر ہنستی تھی۔ کیونکہ ملک ہند کی زمین شیخ کو اپنی گود میں قیامت تک سُلائے رکھنے کے لیے آغوش آرزو

کھول چکی تھی۔ الغرض ۱۱۴۹ھ[۱] ہجری میں جب شیخ لاہور پہونچے تو یہ خبر سنی کہ نادر شاہ کی فوج بارادۂ تسخیر و واپسی قندھار قندھار میں موجود ہے۔ یہ خبر سنکر شیخ نے اپنی بدنصیبی پر سخت تاسف کیا اور لاہور میں ٹھہر کر منتظر رہے کہ معاملۂ قندھار طے ہو اور راہ میں امن ہو جائے تو خراسان روانہ ہوں، مگر راہ میں امن ہونا کیسا وہ شورش جو قندھار میں پھیل رہی تھی سیلاب کی طرح پنجاب کی طرف بڑھنے لگی۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں اُس بڑھتے ہوے سیلاب نے تمام پنجاب کو گھیر لیا۔ علی الخصوص لاہور خاص میں آمد نادر شاہ سے غضب کی ہلچل مچ گئی۔

جب نادر شاہ اطراف لاہور میں پہونچ گیا تو شیخ بخوفِ نادر لاہور سے روانہ ہو کر پھر دلی آئے اور دو تین خدمتگاروں کو لیکر گوشہ نشینی اختیار کی۔

۱۱۵۱ھ ہجری میں نادر شاہ دلی میں آیا اور محمد شاہ بادشاہِ دہلی سے سخت جنگ ہوئی۔ بالآخر نظام الملک آصفجاہ کی کوشش سے صلح ہوئی اور نادر شاہ مع فوج بتاریخ ۸ ذیحجہ ۱۱۵۱ھ ہجری مطابق ۸ مارچ ۱۷۳۹ء شہر میں آکر قلعہ شاہجہان آباد میں اُترا اور محمد شاہ کا مہمان ہوا۔ دوسرے تیسرے روز جب بھنگیر خانے والوں نے یہ مشہور کر دیا کہ نادر مارا گیا، تو ۱۱ ذیحجہ ۱۱۵۱ھ ہجری کو نادر شاہ نے دلی میں قتل عام کا حکم دیا۔ اور ۱۶ محرم ۱۱۵۲ھ ہجری مطابق ۱۴ اپریل ۱۷۴۳ء

---

[۱] تاریخ بنارس میں لکھا گیا ہے کہ ۱۱۴۵ھ ہجری میں شیخ لاہور سے دلی گئے اور ۱۱۴۷ھ ہجری میں پھر بہ ارادۂ واپسی خراسان دلی سے لاہور آئے تو ۱۱۴۸ھ میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ قندھار میں لشکر قزلباش موجود ہے۔ دوسری جگہ لکھا ہے کہ نادر شاہ نے ۱۱۴۹ھ میں قندھار کا قصد کیا۔ تیسری جگہ لکھا ہے کہ نادر شاہ قندھار ۱۱۴۹ھ ہجری میں آگئے۔ ملاحظہ ہو تاریخ بنارس مطبوعہ ۱۹۱۲ء صفحہ ۴۰۱ سطر ۱۹ و ۲۰ و صفحہ ۴۰۵ سطر ۱ و ۲ و صفحہ ۴۱۱ سطر ۱۷ و صفحہ ۴۱۲ سطر ۵۔ اس جگہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ (۱) جب ۱۱۴۵ھ میں شیخ حج کے بعد بندر عباس پہونچے اور تغیر حکومت ایران کی خبر سنی تو پھر ۱۱۴۵ھ میں لاہور سے دلی کیونکر آئے (۲) اور جب ۱۱۴۹ھ میں نادر کی فوج قندھار میں آئی تو شیخ نے ۱۱۴۷ھ یا ۱۱۴۸ھ میں لاہور پہونچکر یہ خبر کیونکر سن لی کہ قندھار میں نادر شاہ کا لشکر موجود ہے۔

کو نادرشاہ ایران کی طرف واپس روانہ ہوا۔
مفصل حال نادرشاہ کے دہلی آنے کا یہ ہے کہ نادرشاہ نے جب افغانوں کو قندھار سے نکالا تو تمام افغان کوہستانی کابل میں پھیل گئے اُس وقت کابل میں سلطنتِ ہند کی طرف سے صوبہ دار رہتا تھا۔ اسلیے نادرشاہ نے محمد شاہ بادشاہ دہلی کے پاس ایلچی بھیجا کہ آپ بھی اپنے صوبہ کے نام افغانوں کے نکال دینے کے لیے حکم بھیجدیں جس میں دونوں جانب سے دباکر افغانوں کو قرار واقعی گوشمالی دی جائے۔
وہ ایلچی نادرشاہ کا راستے ہی میں مارڈالا گیا۔ یہاں اُن دنوں علیش وعشرت کا کچھ ایسا غل بلند ہو رہا تھا کہ ایلچی کے قتل کی خبر کسی کے کان تک نہ پہونچی۔ چند روز کے بعد نادرشاہ نے پھر خط لکھا مگر اُسکا بھی جواب ندارد۔ آخر کو نادرشاہ نے خود ہندوستان کا قصد کیا۔ یہاں کانوں میں ایسی غفلت کی روئی بھری ہوئی تھی کہ بجز ناچ گانے کے کسی دوسری خبر کی آواز ہی نہیں سنائی دیتی تھی۔ کابل و لاہور کے حاکموں کی جو عرضیاں آتی تھیں وہ بھی بغیر ملاحظہ پڑی رہتی تھیں۔ بادشاہ کو انکے ملاحظہ کی بھی فرصت نہ ملتی تھی۔ یہاں تک کہ نادرشاہ نے کابل کو گھیر لیا۔ کابل کے حاکم نے نہایت اضطراب کے ساتھ عرضی لکھی۔ جسوقت وہ خریطہ محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا بادشاہ مہتاب باغ میں ناچ دیکھ رہا تھا، سرور بھی بڑھا ہوا تھا۔ بادشاہ نے عرضی لیکر اُسکا گوشہ شراب میں ڈبویا اور کہا

این دفتر بے معنی غرقِ مے ناب اولیٰ

امیر الامرا نظام الملک آصفجاہ کی دانائی و تجربہ کاری کو اہل دربار مانے ہوے تھے اسلیے نادرشاہ کی آمد کی خبر سنکر آصفجاہ کو بلوایا ادھر نادرشاہ نے کابل فتح کرکے پھر محمد شاہ کو خط لکھا۔ یہاں دربار میں یہ اُلجھن پڑی تھی کہ کئی خط اور کئی ایلچی آچکے ادھر سے جواب نہیں گیا۔ اب جواب کیا لکھا جائے۔ اور لکھا بھی جائے تو اس میں القاب کیا لکھا جائے! کیونکہ نادرشاہ کوئی خاندانی بادشاہ نہیں ہے۔ اتنے میں خبر آئی کہ نادرشاہ کا لشکر دریاے اٹک

اُتر آیا۔ یہ خبر سُنکر اب یہاں بھی کوچ کی تیاری ہونے لگی۔ خان دوراں مقابلے کے لیے مع فوج روانہ کیا گیا۔ برہان الملک کی طلبی کے لیے اودھ آدمی بھیجا گیا۔

خان دوراں فوجِ شاہی لیکر دہلی روانہ ہوا مگر اس سستی و آہستگی کے ساتھ روانہ ہوا کہ دو مہینے میں دہلی سے کرنال تک جو چالیس کوس کے فاصلے پر ہے پہونچا۔ شاہی فوج براتیوں کی طرح نہر کے کنارے پڑی تھی اور برہان الملک کا انتظار ہو رہا تھا۔ جبدن اودھ سے برہان الملک آکر لشکر شاہی میں شامل ہوا اتفاق سے اُسی دن نادرشاہ بھی قریب آگیا مگر یہاں کسی کو خبر نہ ہوئی۔

چند گھسیارے زخمی و بدحواس دوڑے ہوے آئے کہ ہم جنگل میں گھانس کھودنے گئے تھے، نادری قراولوں نے کئی آدمیوں کو گرفتار کرلیا، ہم لوگ بھاگ کر یہاں تک پہونچے۔ اِدھر یہ تذکرہ ہی تھا کہ چند قزلباش برہان الملک کے ڈیرے پر ہاتھ مار گئے۔ یہ خبر سُنکر برہان الملک فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور فوج لیکر لڑنے کو روانہ ہوگیا۔ خان دوراں کو جو یہ خبر ملی تو وہ بھی اپنی فوج لیکر برہان الملک کی فوج سے آملا۔ اُدھر سے نادرشاہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ولایتی فوج کو تین طرف سے حملے کا حکم دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہندوستانی عیش پرور دو فوجیں پریشان ہوگئیں۔ بہت سے سردار مارے گئے خان دوراں بھی زخمی ہوا۔ خانِ دوراں کے زخمی ہوتے ہی لشکر میں شکست کی ہوا اُڑ گئی۔ اب صرف برہان الملک اپنے چند رفیقوں کے ساتھ میدان جنگ میں رہ گیا اور جواں مردی سے ہاتھی پر بیٹھا ہوا تیر مار رہا تھا کہ ایک ایرانی فوج نے چار طرف سے گھیر لیا۔ ایک سپاہی گھوڑا دوڑا کر ہاتھی کے پاس آیا۔ اور گھوڑے سے اُتر کر رسّا تھام کر ہودج میں جا بیٹھا۔ برہان الملک نے بموجب دستور ایران اپنے کو گرفتار سمجھکر کمان ہاتھ سے رکھدی۔ ایرانی سپاہی ہاتھی کو گھیر کر اپنے لشکر میں لے گئے نادرشاہ نے جرم بخشی کرکے عنایت فرمائی۔ اُس وقت برہان الملک نے موقع پاکر مصلحت آمیز گفتگو شروع کی اور نادرشاہ کو اس بات پر رضامند کیا کہ حضور ایک معقول نذرانہ لیکر یہیں سے

واپس تشریف لے جائیں۔ نادرشاہ رضی ہوگیا۔ برہان الملک نے اس حال سے بادشاہ کو اطلاع دی اور آصفجاہ کو رقعہ لکھا کہ تم آکر اس کا فیصلہ کر لو۔ محمد شاہ نے فوراً آصفجاہ کو روانہ کیا۔ برہان الملک آصفجاہ کو ہمراہ لیکر نادرشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بعد گفتگو یہ طے پایا کہ دو کروڑ روپیہ لیکر ہمیں سے ایران کو مراجعت فرمائی جائے۔ نادرشاہ دو کروڑ روپیہ لیکر ایران واپس چلے جانے پر رضامند ہوگیا۔ آصف جاہ نے واپس آکر بادشاہ کے حضور میں کل حال بیان کیا۔ دوسرے روز محمد شاہ اور نادرشاہ سے ملاقات کی ٹھیری۔ اِدھر سے بادشاہ بڑے تزک احتشام سے روانہ ہوا اُدھر سے نادرشاہ نے اپنے بیٹے کو استقبال کے لیے بھیجا۔ وہ راہ میں آکر ملا اور بادشاہ کے ہمرکاب ہوکر نادرشاہ کے پاس لے گیا۔ نادرشاہ لب فرش تک استقبال کے لیے آیا۔ اور اپنے مسند پر نہایت تعظیم سے بٹھایا۔ آپس میں باتیں شروع ہوئیں۔ چاے کا دور چلنے لگا۔ تھوڑے عرصے کے بعد بادشاہ نے ہنسی خوشی مراجعت کی۔

خان دوران کے زخمی ہوکر انتقال کرنے کے بعد اس لقب و منصب کو برہان الملک اپنا حق سمجھے ہوے تھا۔ مگر نظام الملک آصفجاہ کے خطاب خلعت پانے کا حال سنا تو آتش حسد سے جلکر نادرشاہ سے کہا کہ حضور نے کیا غضب کیا جو ہندوستان کے قارونی خزانے کو چھوڑکر صرف دو کروڑ روپیے پر رضامند ہوگئے یہ رقم تو فقط غلام ادا کر سکتا ہے۔ شہر یہاں سے چالیس کوس کے فاصلے پر ہے احضور وہاں تک تکلیف فرمائیں۔ یہ سنکر نادرشاہ خوش ہوگیا اور اُسی وقت آصفجاہ کو بلا کر کہا کہ تم ٹھہر جاؤ اور اپنے بادشاہ کو بھی بلا لو۔ آصفجاہ نے کہا کہ عہدنامے میں تو یہ شرط نہ تھی۔ نادرشاہ نے جواب دیا کہ ملک و سلطنت اور بادشاہ کی عزت و آبرو سے ہمیں کوئی تعرض نہیں ہے فقط ایک مرتبہ ہم اور ملنا چاہتے ہیں۔

امیر الامرا نظام الملک آصفجاہ نے ناچار پھر بادشاہ کو اطلاع دی اور بادشاہ کو مجبوراً پھر نادرشاہ سے ملنا پڑا۔ نادرشاہ نے بادشاہ کو عزت و احترام کے ساتھ الگ خیمہ میں اُتروایا

اِدھر تو نادر شاہ نے بادشاہ اور آصفجاہ کو یہاں روک لیا، اُدھر اپنے ایک سردار کو فرمان دیکر شہر میں بھیجدیا۔ اُسنے جاتے ہی قلعہ دار سے کنجیاں لیلیں۔ اور تمام کارخانوں پر قبضہ کرلیا دوسرے دن نادر شاہ محمد شاہ کو لیکر دہلی آیا اور قلعہ شاہجہاں آباد میں اُترا۔

دو تین روز کے بعد ایک نیا شگوفہ کھلا یعنی بھنگیڑ جانے سے دفعتاً یہ خبر اُڑی کہ محمد شاہ رنگیلے نے نادر شاہ کو مروا ڈالا۔ یہ خبر ہوا کی طرح شہر بھر میں پھیل گئی۔ اس خبر کے مشہور ہونے کے ساتھ ہی بڑا غضب یہ ہوا کہ نادری سپاہی ایک ایک دو دو جو گلی کوچوں میں بے تکلف پھر رہے تھے لوگوں نے اُنھیں بے وارثہ سمجھکر قتل کرنا شروع کر دیا۔ رات کو نادر شاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی اُس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ سب اپنی جگہ پر قائم رہیں اگر کوئی چڑھ کر آئے تو جواب دیا جائے ورنہ پیشقدمی نہ کی جائے۔ رات بھر یہی حالت رہی۔ صبح تک کئی سو ایرانی سپاہی کٹ گئے۔ مگر ارکین دربار دہلی چپکے بیٹھے تماشا دیکھا کیے۔ کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ صبح اُٹھکر نادر شاہ نے پوچھا تو وہی حال سُنا۔ دُنیا آنکھوں میں اندھیر ہو گئی۔ اُسی وقت سوار ہو کر شہر دیکھتا ہوا چلا کہ شاید مجھے زندہ دیکھکر اب بھی یہ طوفان تھم جائے۔ مگر طوفان تھمنا کیسا اہل شہر نے اُسپر بھی پتھر برسائے بلکہ بندوقیں چلائیں۔ نادر شاہ نے شہر کے گشت میں یہ بھی دیکھا کہ جابجا ایرانیوں کی لاشیں پڑی ہیں۔ یہ دیکھکر آنکھوں میں خون اُتر آیا اور قتل عام کا حکم دے دیا۔ اور آپ روشن الدولہ کی سنہری مسجد میں تلوار کھینچ کر بیٹھ گیا۔ نادری سپاہیوں نے گلیوں میں خون کے پرنالے بہا دیے، گھروں میں آگ لگا دی۔ نادر کا غصہ خدا کا قہر تھا۔ بادشاہ اور تمام امرا بیٹھے یہ حالت دیکھ رہے تھے مگر دم نہ مار سکتے تھے۔ دوپہر کے قریب جب شہر میں کہرام مچ گیا، تعداد مقتولین کی شمار سے باہر ہو گئی تو سب نے آصفجاہ سے رجوع کی۔ آصفجاہ نے گلے میں تلوار ڈالی اور سر برہنہ کیے نادر شاہ کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ نادر شاہ نے نظر اُٹھائی تو آصفجاہ کو روتا پایا۔ پوچھا کہ چہ می خواہی؟ آصف جاہ نے کہا۔

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

نادر نے شرما کر سر جھکا لیا۔ تلوار میان میں کی اور کہا کہ بریش سفیدت بخشیدم۔ اُسی وقت ایرانی نقیب شہر میں امان امان پکارتے ہوئے دوڑے۔ واہ رے نادری حکم۔ جس نے جہاں سے نقیب کی آواز سُنی وہیں تلوار روک لی اور دم بھر میں امن ہوگیا۔ سلطنت کے کاروبار کے ساتھ دونوں بادشاہوں کی صحبتیں پھر بدستور جاری ہوگئیں۔

نادرشاہ کو دہلی میں ارکین سلطنت کی حاسدانہ کارروائیوں کی بدولت دونوں ہاتھوں سے لوٹنے کا موقع ملا۔ اُس نے اور اُسکے ہمراہیوں نے بشمار زر و جواہر و زیورات یعنی وہ کل دولت جو بابرشاہ کے وقت سے شاہان مغلیہ جمع کرتے آئے تھے سمیٹی۔ یہاں تک کہ تخت طاؤس بھی جو شاہجہاں نے ساڑھے چھ کرور روپے کی لاگت میں تیار کرایا تھا نہ چھوڑا۔ سونے چاندی کے چکی کے پاٹ ڈھلوا ڈھلوا کر اونٹوں پر لدوا دیے۔ غرضکہ دہلی سے اس قدر دولت نادرشاہ کے ہاتھ لگی کہ وہ حیران تھا کہ اسکو کیا کروں۔ چنانچہ کل فوج کو تین ماہ کی تنخواہ پیشگی دیدی اور سال بھر تک فارس کے باشندوں سے کوئی محصول نہیں لیا۔ اور صرف اسی قدر کثیر دولت ہی پر نہیں اکتفا کیا بلکہ محمد شاہ کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی بھی کرنے کے بعد ۱۶ محرم سنہ ۱۱۵۲ھ کو دہلی سے ایران کی طرف واپس روانہ ہوا۔

جب شیخ نے دہلی میں نادرشاہ کا آنا سنا تو شیخ کو بیحد انتشار پیدا ہوا ناچار علی قلی خاں کے مکان میں چھپکر اپنی جان بچائی۔ اُسی زمانے میں شیخ نے ایک قصیدہ اہل ہند کی مذمت میں لکھا تھا جسکی وجہ سے شعرائے شاہجہان آباد کو شیخ کے ساتھ مخالفت پیدا ہوگئی۔ اس وجہ سے شیخ نے دہلی میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور تین سال کئی ماہ تک دہلی میں رہ کر بہ ارادۂ بنگال دہلی سے روانہ ہوکر بنارس آئے۔ اور بنارس میں چندے قیام کرکے عظیم آباد (پٹنہ) چلے گئے۔

عظیم آباد میں کئی سال مقیم رہے، وہاں کے علما و رؤسا سے ملے۔ ایک روز شہر کی سیر کو نکلے تو دیکھا کہ شہر کے اُتر جانب دریائے گنگ اور دکھن جانب ندی جلّا واقع ہے۔ شیخ کی

نظر میں ملتان کے سیلاب کی تصویر پھر گئی - خیال گذرا کہ کسی وقت اگر دریا اور ندی دونوں جوش زن ہوے تو شہر عظیم آباد جو دونوں کے درمیان میں ہے غرقاب ہو جائیگا - پس ایسی جگہ رہنا مصلحت نہیں ہے - اسلیے عظیم آباد سے روانہ ہو کر بنارس چلے آئے گر بنارس آنے پر بھی شیخ کی یہی تمنا رہی کہ ایران واپس چلا جاؤں لیکن خاک بنارس نے کچھ ایسے مضبوط قدم پکڑے کہ پھر ایران جانا کسی طرح ممکن و میسر نہ ہوا اور بہت سے موانعات پیش آتے گئے - جب شیخ کو کامل یقین ہو گیا کہ خاک ہند مجھے ایران نہ جانے دیگی میری قبر کی جگہ ہندہی میں ہے تو شیخ نے ہر طرف سے سیر و سیاحت ترک کر کے بنارس کو اپنا مسکن دائمی قرار دیا اور راجہ بلونت سنگھ سابق والی بنارس سے زمین لیکر روضۂ فاطمان[1] (فاطمہ) بنوا کر رہنے لگے - جس مقام پر فاطمان ہے پہلے وہ مقام صحرا میں شمار ہوتا تھا - احاطہ و روضۂ فاطمہ و مسجد و شہ نشین و باغ وغیرہ جملہ عمارتیں متعلقہ فاطمان شیخ کی بنوائی ہوئی ہیں جو اب تک موجود ہیں - مسجد فاطمان ۱۱۶۷ھ ہجری میں تعمیر ہوئی ہے - تاریخ تعمیر مسجد شیخ کی کہی ہوئی یہ ہے -

جبہ بر خاک نہ دریں مسجد ۔۔۔ کز برائے عبادت ست اینجا
بہر تاریخ این بنا ہاتف ۔۔۔ گفت - درگاہ حاجت ست اینجا
۱۱۶۷ھ

راجہ بلونت سنگھ سابق والی بنارس کو جو علما و فقرا کو بہت دوست رکھتے تھے شیخ سے خلوص خاص تھا - اسلیے شیخ کی نہایت عزت کرتے تھے اور کبھی کبھی خود شیخ کی قیام گاہ پر جایا کرتے تھے - شیخ بھی راجہ ممدوح سے نہایت محبت سے پیش آتے تھے اور راجہ کی ترقی عمر و دولت کے لیے دعا گو رہتے تھے - راجہ ممدوح اپنے صاحبزادے راجہ چیت سنگھ کو جو اُس وقت بہت صغیر سن تھے کبھی کبھی شیخ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے - شیخ بہت شفقت و محبت سے پیش آتے تھے اور اپنے چاندی کے کھٹولے پر جسپر کسی کو نہ بیٹھنے دیتے تھے بٹھا لیا کرتے تھے اور رخصت کے وقت دعا کے ساتھ کچھ بطور تحفہ از قسم جواہرات و اشرفی وغیرہ کے دیا کرتے تھے بعد وفات شیخ جب حساب کیا گیا تو قریب چالیس ہزار روپے کی اشیا عطیات شیخ سے نکلیں -

بنارس کے قیام میں شیخ کے اخراجات معمولی نہ تھے بلکہ مثل امرا و شاہزادگان اخراجات

[1] روضۂ حضرت سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو اب فاطمان مشہور ہو گیا ہے -

رہا کرتے تھے۔ فاطمان کی تمام عمارتیں شیخ نے اپنے صرف سے بنوائیں مگر کسی کو آمدنی کا حال معلوم نہ ہو سکا کہ کہاں سے آتی ہے۔ اس جگہ اکثر لوگ مختلف روایتیں بیان کرتے ہیں۔ کچھ لوگ دستِ غیب خیال کرتے ہیں بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ کا خدمتگار مسمی رمضانی جن تھا اُسی کے ذریعہ شیخ کے تمام اخراجات ہوا کرتے تھے۔

نواب شجاع الدولہ جب بنارس آئے تو بنظر علم و فضل و بخیال عزت ایران شیخ کے قیام گاہ پر گئے۔ دروازے پر پہرہ دیکھکر شیخ سے کہا کہ ع در درویش را درباں نباید۔ شیخ نے ازراہِ استغنا فی البدیہ جواب دیا کہ ع بباید تا سگِ دنیا نیاید۔

شیخ کی طبیعت فنِ شعر گوئی میں ایسے تبحر اور ملکہ رکھتی جسکا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے شیخ کے ہندوستان آنے پر بڑے بڑے شعرا اپنے عمدہ عمدہ کلام بحیلۂ اصلاح سناتے تھے مگر شیخ اپنی تہذیب متانت سے سب کی تعریف کیا کرتے تھے۔ زیادہ اصرار ہونے پر اس طور سے الفاظ کو تبدیل کر دیا کرتے تھے جس سے حسنِ کلام دوبالا ہو جاتا تھا۔ کسی شاعر نے بظاہر اصلاح کی غرض سے یہ شعر سنایا مگر باطن میں بخیال اظہار کمال اپنے نزدیک چوٹی کا شعر پڑھا تھا۔

خجل از روے حبابم کہ دریں ظرفِ تنک   انچہ در کیسۂ خود داشت بدریا بخشید

شیخ نے باعتبار مضمون آفرینی تعریف کی جب اُنکا اصرار ہوا تو صرف دو لفظ بدلکر لطفِ شعر کو دوبالا کر دیا

خجل از چشمِ حبابم کہ دریں ظرفِ تنک   اُنچہ در کاسۂ خود داشت بدریا بخشید

خجالت کا تعلق چشم سے ہے نہ کہ رُو سے، اور کیسۂ لے کے دینے سے کاسہ والے کا دینا زیادہ قابلِ تعریف ہے

ایک روز کسی شاعر نے شیخ کے سامنے اپنا یہ شعر پڑھا

سیہ چوڑی بدستِ آں نگارِ نازنیں دیدم   بشاخِ صندلی پیچیدہ مارِ عنبریں دیدم

شیخ نے کہا کہ اس طوالت کی کیا ضرورت ہے اسی قدر کہدینا کافی ہے کہ

سیہ چوڑی بادستِ آں نگارے   بشاخِ صندلی پیچیدہ مارے

سنا جاتا ہے کہ مرزا رفیع الدین سودا کا کلام شیخ کو بہت پسند آیا۔ جب شیخ ایران سے

ہندوستان میں آئے تو لوگوں سے پوچھا کہ شعرائے ہند میں اندنوں کوئی صاحبِ کمال بھی ہے لوگوں نے سودا کا نام بتایا۔ سودا نے جب سنا تو خود شیخ سے ملنے انکی قیام گاہ پر گئے اطلاع کرائی کہ سودا حاضر ہے شیخ نے جواب دیا کہ سودا کا یہاں کیا کام ہے بازار میں جائیے اور کلوخ طفلاں کھائیے۔ اس وقت سودا نے کہلا یا کہ مرزا رفیع الدین متخلص بہ سودا حاضر ہے۔ یہ سنکر شیخ نے بلوا لیا اور کلام سنانے کی فرمائش کی۔ سودا نے کہا کہ میں تو حضور کے کلام کا مشتاق ہو کر آیا ہوں۔ شیخ نے یہ شعر پڑھا

تاثیر تو زہ کرد کمانے بہ کمینے   یک صید نیا سود زمانے بہ زمینے

سودا نے تعریف کر کے فی المجلہ سکوت کیا اور یہ شعر پڑھا

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں   تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اسوقت تک شیخ اردو کے محاورہ (تڑپنے) سے ناواقف تھے پوچھا (تڑپے ہے) چہ معنی دارد؟ سودا نے کہا اہل ہند طپیدن را تڑپنا میگویند۔ شیخ نے سودا سے شعر مکرر پڑھوایا۔ دوبارہ سننے پر نہایت محظوظ ہوے اور سودا سے بغلگیر ہو کر کہا تم نے تو قیامت کردی ایک مرغ قبلہ نما رہگیا تھا تم نے اسکو بھی نہ چھوڑا۔

شیخ کا خادم رمضانی جو بنارس میں شیخ کے ساتھ تھا اور کہا جاتا ہی کہ جن تھا بظاہر رمضانی خدمتگار بنا رہتا تھا، نہایت ذی علم و قابل شخص تھا شیخ کے کلام موزوں کا جواب اکثر موزوں دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ شیخ نے کہا "رمضانی مگساں می آیند" رمضانی نے فوراً جواب دیا حضور "تا کساں پیش کساں می آیند"۔ ایک روز شیخ حجرے میں بیٹھے وظیفہ پڑھ رہے تھے جب وظیفہ سے فارغ ہوے رمضانی سے پوچھا کہ "از شب چہ قدر گذشتہ باشد؟" رمضانی نے جواب دیا کہ "زلفش بکمر رسیدہ باشد"۔ الغرض رمضانی اور شیخ میں اس قسم کے سوال جواب اکثر ہوا کرتے تھے ایک روز ایک رئیس کی ملاقات کو آئے۔ شیخ نے اپنے باغ کا لیمو بطور تحفہ رمضانی سے منگوایا۔ اور رمضانی کو حکم دیا کہ پوست جدا کر کے لاؤ۔ رمضانی نے لیمو لا کر رئیس سے پوچھا کہ حضور

کو ترش پسند ہے یا شیریں؟ رئیس نے ہنسکر کہا کہ ایک ہی تو لیمو ہے، پھر ترش و شیریں کی تفریق کیسی؟ رمضانی نے جواب دیا کہ آفتاب کی طرف کا حصہ شیریں ہے اور دوسری جانب کا ترش۔ رئیس نے جب دونوں جانب چکھا تو واقعی ایک طرف شیریں اور دوسری جانب ترش تھا۔

شعرا اور روسا جو شیخ سے ملنے آتے تھے شیخ از راہِ استغنا اُنکی تعظیم نہ کرتے تھے۔ کیونکہ شیخ کو کسی سے کچھ طمع نہ تھی۔ ایک چاندی کے کھٹولے پر جو اپنے لیے مخصوص بنا رکھا تھا بیٹھے رہتے تھے اور اُسپر کسی کو بیٹھنے نہ دیتے تھے۔

جس وقت شیخ بنارس میں مقیم تھے۔ بنارس میں مُلّا عبد اللہ معروف بہ مُلّا محمد عمر متخلص سابق بنارسی شاگرد مولوی سراج الدین علی خاں آرزو اکبر آبادی بھی موجود تھے ان دونوں صاحبوں میں سلسلہ ارتباط و محبت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ ملا محمد عمر روزانہ شیخ کی قیام گاہ پر جایا کرتے تھے اور جو کچھ تصنیف کرتے تھے شیخ کو سنایا کرتے تھے اور شیخ جو کچھ موزوں کیا کرتے تھے وہ ملا کو سنایا کرتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک ہی طرح میں دونوں صاحب طبع آزمائی فرماتے تھے۔ چنانچہ شیخ و ملا کی ہمطرح غزلیں درج ذیل ہیں

غزل شیخ علی حزیں

اے دل اے براسیرے کز یاد رفتہ باشد ... در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

آہ از دسکیت تنہا ز داغ او چو لالہ ... در خوں نشستہ باشد چوں باد رفتہ باشد

خونش بہ تیغ حسرت یارب حلال بادا ... صیدے کہ از کمندت آزاد رفتہ باشد

از آہ و درد تا کے سازم خبر دولت را ... روزے کہ کوہ صبرم برباد رفتہ باشد

رحمت براسیرے کز گرد دام الفت ... با صد امیدواری ناشاد رفتہ باشد

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی ... گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

پرسوز از حزیں است امروز کوہ و صحرا
مجنوں گذشتہ باشد فرہاد رفتہ باشد

غزل ملا سابق نارسی

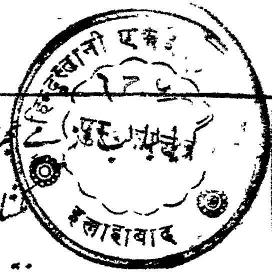
جانش چناں بحسرت ناشاد رفتہ باشد　　کز ہجر بردل او بیداد رفتہ باشد
فریاد داد رحم است بر بیدلے کہ اورا　　بایاس جان شیریں برباد رفتہ باشد
از خارزار امکاں ہرکس کہ چید داماں　　چوں سرو زیں گلستاں آزاد رفتہ باشد
برحال زار صیدے رحمت کو بحسرت　　در دام جاں سپارد صیاد رفتہ باشد
اے وائے بر غریبے با یک جہاں تمنا　　در وقتِ جاں سپردن از یاد رفتہ باشد

سابق بسوز آورد ایں مصرعِ حزینم
مجنوں گذشتہ باشد فرہاد رفتہ باشد

ایک روز شیخ سے کسی نے پوچھا گیا کرا میگویند؟ اتفاق سے ملا محمد عمرؒ بھی اُس وقت موجود تھے۔ شیخ نے کہا کہ از ملا بپرس۔ ملا نے کہا گیا پلاؤ کی ایک قسم ہے اور صرف یہی کہکر نہیں خاموش ہوئے بلکہ اسکی مفصل کیفیت مع ترکیب تیاری بیان کردی شیخ نے متعجب ہوکر پوچھا کہ آپ نے کھایا ہے؟ ملا نے کہا میں نے کھایا تو نہیں ہے مگر اُسکی کیفیت مجھے معلوم ہے۔ شیخ نے کہا کل میں آپ کو گیپا کھلاؤں گا۔ دوسرے دن شیخ نے ملا کو گیپا کی دعوت دی اور ملا کے ساتھ بہت لوگوں کو مدعو کیا۔

شیخ کا کلام اُنکے مرنے کے بعد جس قدر دستیاب ہوا وہ "کلیاتِ حزیں" کے نام سے مطبع نامی منشی نولکشور ۱۲۹۳؁ ہجری میں چھپا ہے۔ کلیات میں علاوہ غزلیات کے قصائد و مثنویات و رباعیات وغیرہ بھی ہیں اور کچھ حصہ نثر کا ہے جس میں شیخ نے اپنے اور اپنے اساتذہ کے حالات درج کیے ہیں۔ چند اشعار شیخ کے کلیات مذکور سے انتخاب کرکے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

باد صبا فسانۂ زلف تو ساز کرد　　پیغامِ آشنا شب مارا دراز کرد
گردید قسمتم ز ازل عشق شعلہ خو　　ساقی مرا بجرعۂ مے جانگداز کرد
افزوں شد از بہار خطت شور عاشقاں　　نیرنگِ باغ نالۂ مرغاں دراز کرد



[illegible] ے [illegible]ز دنیا زبود　　　پیمانۂ کہ چشم تراست ناز کرد

[illegible]کشائے لب بقصۂ راز نہاں **حزیں**
نتواں حدیثِ شوق بعمرِ دراز کرد

از شورِ نالہ ام دلِ جاناں خبر نداشت　　　آں شاخِ گل ز مرغ خوش الحاں خبر نداشت
بیہودہ سینہ بر در و بام قفس زدیم　　　صیاد و ما ز حالِ اسیراں خبر نداشت
شوریدہ را بزیرِ قدم خار و گل یکیست　　　سیل از بلند و پست بیاباں خبر نداشت
ہرگز نمیگرفت کسے را حریفِ خویش　　　صبرِ من از تغافلِ جاناں خبر نداشت

در موج خیز فتنۂ **حزیں** آرمیدہ ام
آبِ گہر ز شورشِ طوفاں خبر نداشت

بر ہر زمیں کہ جلوہ کُنی آسماں کُنی　　　می زیبدت کہ ناز بکون و مکاں کُنی
ہر جا کشائی از پے دل زلف پُرشکن　　　مرغانِ سدرہ را ہمہ بے آشیاں کُنی
مشکیں شود غزالِ نگاہت بیک نظر　　　اے کاش جیبِ بختِ مرا سرمہ داں کُنی
اے عندلیب با تو مرا حق صحبت است　　　خواہم کہ خاکِ تربتِ ما گلفشاں کُنی

گر دو طرازِ دامنِ دستِ جنوں **حزیں**
خونابۂ کہ از رگِ مژگاں رواں کُنی

اکثر کلام شیخ کے دوسرے نسخوں میں ملتے ہیں مگر کلیات میں نہیں طبع ہیں۔ چنانچہ ذیل کی غزل جو شیخ نے اپنے حسبِ حال لکھی ہے تاریخ بنارس میں درج ہے۔

چشم کشودہ است در فیضِ نوبہار　　　از داغ ریختست دلم طرح لالہ زار
منت خدائے را کہ بعون عنایتش　　　منت پذیر نیستم از خلق روزگار
مرہونِ منتے نیم از فیضِ بحر و بر　　　ممنونِ قطرۂ نیم از ابرِ نوبہار
ہمت براں سر است کہ خرگہ برون زند　　　از تنگنائے عرصۂ ایں نیلگوں حصار

درکودکی کہ بود دلم مائلِ ہنر | جوشید ذوقِ شعر زطبعِ گہر نثار
ہر مصرعم ززلفِ رسا دلفریب تر | ہر نقطہ ام بشوخیِ خالِ عذارِ یار
حسنِ بلاغت و نمکِ گفتگوے من | شورے فگند در دلِ عشاقِ بیقرار
صوفی بجا نقاد و سرا ئید گفتہ ام | مطرب بہ ساز زمزمِ شعرم کشیدتار
ہر صفحہ راز سنبل و ریحاں چمن چمن | ہر غولہ زیرِ خامۂ من رنجیت یادگار
معنی بہ حشمتے کہ بود بحرِ پرشکوہ | لفظش بجودتے کہ بود موج جوئبار
پیرایۂ قبول و صفاے نفس بہم | لطفِ اشارت و نمکِ عاشقی بکار
شرمندۂ منست گہرہاے آبگوں | پروردۂ منست سخنہاے آبدار
گاہے گمر بخاطر آیند گان رسم | ما در گذرگہ و سخن ماست پائدار
اکنوں نماندہ است بدل ذوقِ گفتگو | کوتاہی از من و کرم از آفریدگار

خامش حزیں کہ نامہ بپایاں رساندۂ
وقت است خامہ رافگند دستِ رعشہ دار

شیخ نے بحالتِ قیام بنارس، بنارس و اہل بنارس کی شان میں باعتبار مذاق شاعری فرمایا ہے

پری رخانِ بنارس بصد کرشمہ و رنگ | پے پرستشِ مہدیو چوں کنند آہنگ
بہ گنگ غسل کنند و بہ سنگ پا مالند | زہے شرافتِ سنگ و زہے لطافتِ گنگ

ایران سے شیخ کے کسی دوست نے شیخ کو خط لکھا کہ کیا اب بنارس ہی میں رہو گے وطنِ مالوف کو نہ آؤگے تو شیخ نے اسکے جواب میں یہ شعر لکھ بھیجا۔

از بنارس نہ روم معبدِ عام است اینجا | ہر برہمن پسرِ لچھمن و رام است اینجا

جب شیخ بنارس میں مقیم تھے تو اسی اثنا میں سید غلام حسین خاں ابن سید ہدایت علی خاں طباطبائی مولف سیر المتاخرین بنارس میں آئے اور حسب سفارش ڈاکٹر فلرٹن صاحب، صاحبِ کلاں کی مصاحبت میں مامور ہوے۔ یہ بھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے

علم و تقویٰ کی وجہ سے شیخ ان سے بہت خوش رہتے تھے۔ اتفاقاً سید غلام حسین خاں کے والد بیمار ہو کر دنیا سے رحلت کر گئے۔ ۲ رجمادی الثانی ۱۱۰۹ھ ہجری کو جب سید غلام حسین خاں نے یہ خبر سُنی اور اپنے وطن حسین آباد مونگیر بغرض انتظام جاگیر جانے کا قصد کیا تو شیخ نے اُنسے کہا کہ میری عمر کے خاتمہ کا اب بہت تھوڑا زمانہ رہ گیا ہے بہتر ہوتا کہ تم اُس وقت یہاں موجود رہتے۔ مگر سید غلام حسین اشد ضرورت کی وجہ سے نہ رُک سکے اور اپنے وطن چلے گئے۔ وہاں جا کر سند جاگیر جو اِن کے والد سید ہدایت علی کے نام تھی، مہاراجہ شتاب رائے منتظم ریاست مرشد آباد کی سرکار سے اپنے نام تبدیل کرائی اور انتظام جاگیر میں ایک سال تک مصروف رہے بنارس نہ آسکے۔

اِدھر شیخ علی حزیں نے بعمر ۷۰ سال بتاریخ ۱۱ رجمادی الاول ۱۱۸۰ھ ہجری بمقام فاطمان (بنارس) دُنیائے دوں کو چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور جو قبر پختہ شیخ نے اپنی زندگی میں اپنے لیے بنوا رکھی تھی اُسی میں دفن ہوئے۔ قبر سنگی ہے محرم و شہہائے رمضان المبارک میں شیعہ اصحاب جمع ہوتے ہیں اور مجلس عزا ہوتی ہے۔

شیخ کے سنگ قبر پر جو الفاظ لکھے ہیں وہ یہ ہیں۔ لوح قبر پر "یا محسن قد اتاک المسیئ" کے بعد شیخ کا نام ان لفظوں میں تحریر ہے۔ "العبد الراجی رحمۃ ربہٖ محمد المدعو بہ علی ابن ابی طالب الجیلانی" ہر دو پہلو میں یہ دو شعر ہیں جو شیخ نے پہلے سے کہکر سنگ قبر پر کندہ کرانے کا حکم دے رکھا تھا۔

زباندانِ محبت بودہ ام دیگر نمیدانم | ہمیدانم کہ گوش از دوست پیغامے شنید اینجا
حزیں از پائے رہ پیما بسے سرگشتگی دیدم | سرِ شوریدہ بر بالینِ آسایش رسید اینجا

اور پائین قبر میں یہ شعر ہے:۔

روشن شد از وصال تو شبہائے تار ما | صبحِ قیامت است چراغ مزارِ ما

کتاب مفتاح التواریخ میں شیخ کی تاریخ وفات یوں درج ہے:۔

تہی گشت ہیہات روئے زمیں | ز شیخ محمد علی حزیں
۱۱۸۰

ایک قطعہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے بھی لکھا ہے مگر اس میں ایک عدد کم ہوتا ہے۔

علامۂ عصر و شاعرِ خوب | افسوس کہ از میانہ برخاست
تاریخ وفاتِ او نوشتم | ازفوتِ حزیں حزیں دل ماست

۷۹

تاریخ از مولوی محمد عبدالغفور خاں نساخ

۸۰

پئے سالِ ترحیل و فوتِ حزیں | نوشتم غمِ جاودانِ حزیں

قبرستانِ فاطمان میں شیخ کی قبر کے بعد رفتہ رفتہ مسلمانان شہر کی ہزارہا قبریں پختہ و خام اندر احاطۂ فاطمان ہوگئی ہیں اور ہوتی جارہی ہیں خصوصاً شیعہ اصحاب کی قبریں بہت ہیں۔

الفنٹ صاحب کمشنر بنارس کی بی بی ہندوستانی تھیں وہ بھی یہیں دفن ہیں اور اخراجات مجلس وغیرہ کے لیے کچھ جائداد بھی وقف کی ہے۔ کمشنر صاحب کے حکم سے پھاٹک احاطۂ فاطمان کا تیار ہوا ہے اس پر یہ اشعار کندہ ہیں:۔

صاحب کلاں بہادر میدان سروری | افراخت ایں بناکہ باوجِ سما رسید
بابِ کرم کشاد کہ تاریخ سالِ او | دروازۂ عظیم بہ ہر سو ندا رسید

۱۲۴۴ھ

ذی مقدرت شیعہ اصحاب صدہا روپیہ دیکر احاطۂ فاطمان کے اندر قبر کی زمین مول لیتے ہیں۔

عشرۂ محرم کے روز مرد و عورتوں کا بہت بڑا مجمع ہوتا ہے اور یہ مجمع صرف احاطۂ فاطمان ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ دور تک سڑکوں اور گلیوں میں پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ شہر کے زیادہ حصے تعزیوں کے یہیں دفن ہوتے ہیں۔

عاصی

غلام حسین خاں حنفی آفاق بنارسی

(رام نگر۔ بنارس)

مولوی عبدالرزاق
- نظام الملک طوسی مجلد — صمہ
- البرامکہ " — سے

مولوی چراغ علی مرحوم
- مضامین تہذیب الاخلاق — عہ
- تحقیق الجہاد مجلد — ہے
- اعظم الکلام ۲ جلد — سے
- اسلام کی دنیوی برکتیں — ۸ر
- حضرت سلیمان — ۴ر
- حضرت ہاجرہ — ۲ر
- حقیقۃ السحر — ۲ر
- یورپ و قرآن — ۳ر
- احسان عام — ار

سید محمود مرحوم
- کتاب الطلاق — عا
- کتاب الشفعہ — عا
- لکچر — ۸ر
- شرح قانون شہادت — سے

خلیفہ محمد حسین مرحوم
- اعجاز التنزیل — سے
- سفرنامہ یورپ ۲ جلد — سے
- تاریخ پٹیالہ — عا

مسٹر ظفر عمر
- مستقبل اسلام — عا
- پولیس مین — ۸ر
- نیلی چھتری — ۱۲ر

مولوی سید علی بلگرامی
- تمدن ہند — للعہ
- میڈیکل جورسپروڈنس — ے ر
- عربوں کا فن تعمیر — ۲ر
- سفرنامہ موسیو تھیونو — عہ

حاجی اسمٰعیل خاں
- فلاح دارین — ۴ر
- حالات زمین — ۸ر
- تربیت الدجاج — ۸ر
- غذا ما صفا — عہ
- نظم نعت — ۴ر

مولوی حبیب الرحمن خاں
- علماے سلف — ۱۲ر
- اسلامی اخلاق — ۴ر
- ذکر الحبیب — ۲ر
- ذکر جمیل — ۵ر

مولوی عزیز مرزا مرحوم
- خیالات عزیز — عہ
- وکرم اروسی — عہ

منشی سید احمد مارہروی
- آثار اکبری — عا
- حیات خسرو — ۱۲
- حیات صالح — ۴ر
- نساء المسلمین — ۱۲ر
- آثار خیر — عہ
- امرائے ہنود — عا

ڈاکٹر اقبال
- ملت بیضا — ۴ر
- شمع و شاعر — ۴ر
- بلال — ار
- شکوہ — ار
- جواب شکوہ — ۲ر
- نالۂ یتیم — ۳ر
- فریاد امت — ۴ر
- تصویر درد — ۴ر
- کمل ترانہ — ار

مفتی انوار الحق
- تاریخ ابو البشر — عہ
- حقائق اسلام — عا
- اثبات واجب الوجود — عہ
- قوت خیال — ۴ر
- اصول خانہ داری ۳ حصہ — عہ

سید راحت حسین
- القمر — ۸ر
- النحل — ۱۰ر

مسٹر ظفر علی خاں
- معرکہ مذہب و سائنس مجلد — صمہ
- خیابان فارس " — عہ
- جنگل میں منگل — عا
- سیر ظلمات — عہ
- دنیا جنگ روس و جاپان — عہ
- فلسفہ ابن سینا — ۳ر
- معاشرت — ۶ر

خواجہ حسن نظامی
- سیپارۂ دل — عہ
- روزنامہ بالتصویر — سے
- " بلاتصویر — عہ
- روزنامچہ — ۸ر
- تسخیر مہر و قمر — ۸ر
- رسول کی عیدی — ۲ر
- پیاری ہتکڑی — ۲ر
- اتالیق خطوط نویسی — ۱۰ر
- گاما خاتون — ۲ر
- اسلام کا انجام — ۴ر
- بیوی کی تعلیم — ۱۲ر
- انتخاب توحید — عہ
- میلاد نامہ — عہ
- کرشن بیتی — عا
- اردو دعائیں — ۲ر
- فلسفہ شہادت — ۲ر
- غدر دہلی کے افسانے — ۶ر
- چٹکیاں اور گدگدیاں — ۸ر
- جگ بیتی — ۶ر
- بچوں کی کہانیاں — ۲ر
- اسرار — ۴ر
- کم ٹو موت — عہ
- سیر دہلی — عہ

مولانا راشد الخیری
- منازل السائرہ — عا
- شام زندگی — عہ
- الزہرا — ۱۲ر
- ستارہ و جوگی کے اعمالنامے — ۶ر

مولانا اشرف علی
- نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب — عہ
- تعلیم الدین — ۶ر
- اکسیر فی اثبات التقدیر — ۸ر
- الانتباہات المفیدہ — ۱۲ر
- اصلاح الرسوم — ۴ر
- کلید مثنوی ۲ حصہ — عا
- مناجات مقبول — ۶ر
- امداد الفتاوے — سے
- فتاوی اشرفیہ — ۸ر
- بہشتی زیور ۱۰ حصے — عا
- بہشتی گوہر — ۶ر
- جزاء الاعمال — ار
- فروع الایمان — ۲ر
- التکشف ۵ حصے — عا
- اصلاح ترجمہ دہلویہ — ۲ر

حافظ عبدالرحمن امرتسری
- سفرنامہ بلاد اسلامیہ — عہ
- الصدیق — عہ
- المرتضیٰ — عہ
- سیاحت ہند مجلد — عا
- عربی بول چال ۲ حصہ — عہ
- کتاب الصرف — ۸ر
- کتاب النحو — ۵ر

مولوی سید سلیمان ندوی
- ارض القرآن — عا
- لغات جدید — عہ
- مکاتیب شبلی ۲ جلد — ہے

حکیم محمد علی خاں
- عبرت کامل — ہے
- حسن سرور — ہے
- دیول دیوی — عہ
- گورا — عا
- نیل کا سانپ — عہ
- جعفر و عباسہ — عہ
- اختر و حسینہ کامل — عا

مولوی بشیر الدین احمد
- تاریخ بیجاپور ۳ جلد — سے
- نشاط عمر — صہ
- عصاے پیری — ۱۲ر
- اقبال دلہن — عہ
- حسن معاشرت — عہ

نیاز فتح پوری
- ایک شاعر کا انجام — ۱۲ر
- عائشہ صدیقہ — ۱۲ر
- جذبات بھاشا — ۱۲ر

سیماب اکبرآبادی
- نبت الرسول — ۵ر
- جام کوثر — ۵ر
- بہشتی جھومر — ۱۲ر

مولوی مصباح الدین احمد
- الہارون
- محاربہ فرانس و پرشیا
- مصباح الادب

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

مشہور مصنفین لکھنؤ کی کتابیں

مولانا عبدالحلیم شرر

کتاب	قیمت
جنید بغدادی	عہ
ابوبکر شبلی	عہ
خواجہ معین الدین	۶ر
عصر قدیم	عہ ۴ر
دولت سپانیہ عرب	عہ
حروب صلیبیہ	۱۲ر
تاریخ سندھ	۱۲ر ۱۲ر
قرۃ العین	۱۴ر
تاریخ یہود	عہ ۱۰ر
مسیح اور مسیحیت	عہ ۴ر
ملکہ زنوبیہ	۴ر
الحکم الرفاعیہ	۴ر
آغا ئی صاحب	عہ
سکینہ بنت حسین	۶ر
مخدرات مجلد	۱۲ر
تذکرہ مشاہیر عالم	۸ر ۴ر
درگیش نندنی	۱۰ر
حسن بن صباح	۶ر
افسانہ قیس	۴ر
مقدس نازنین	عہ
قیس و لبنیٰ	
ایام عرب	۸ر ۴ر
حسن انجلینا	۱۲ر
میوۂ تلخ	۸ر
شہید وفا	۴ر
دلکش	۴ر
دلچسپ کامل	۹ر
میوہ تلخ	۴ر
ماہ ملک	۱۲ر
شوقین ملکہ	عہ ۴ر
ملک العزیز ورجنا	عہ ۸ر
یوسف و نجمہ	عہ ۴ر
زیاد و حلاوہ	۱۲ر
رومتہ الکبریٰ	عہ ۴ر
فلورا فلورنڈا	۱۲ر
زمانہ اور اسلام	۳ر
فردوس بریں	عہ
آغا صادق کی شادی	۱۰ر
بدرالنساء کی مصیبت	۳ر
حسن کا ڈاکو	عہ ۴ر
دربار حرام پور	۱۰ر
خوفناک محبت	عہ ۴ر
الفانسو	۱۲ر
فلپانا	عہ ۴ر
فاتح مفتوح	عہ ۸ر
ہندوستانی موسیقی	۴ر
سرسماکی نئی ریڈریں	۴ر
جویائے حق	عہ ۸ر
بابک خرمی	۱۲ر
فتح اندلس	۱۲ر
اردو کا تعلق ہندو سے	۴ر

منشی سجاد حسین مرحوم

کتاب	قیمت
احمق الذین	۶ر
حاجی بغلول	۸ر
پیاری دنیا	۱۰ر
طلسمی فانوس	۱۲ر
طرحدار لونڈی	۸ر
میٹھی چھری	۴ر
کایا پلٹ	۱۰ر

پنڈت رتن ناتھ سرشار

کتاب	قیمت
ہشو	۴ر
بچھڑی دلہن	۸ر
کرم دھم	۴ر
پی کہاں	۶ر
کامنی	عہ ۴ر
جام سرشار	عہ
خدائی فوجدار	۱۲ر
فسانہ آزاد	عہ
سیر کہسار	عہ

منشی الٰہی شاد برق

کتاب	قیمت
مرنا لنی	۱۰ر
مارآستین	۱۰ر
بنگالی دولہن	۱۲ر
پرتاب	۴ر
معشوقہ عرب	۶ر
برگ	۵ر
آنجیلو	عہ

مرزا محمد ہادی رسوا

کتاب	قیمت
امراؤ جان ادا	۱۲ر
لیلیٰ مجنوں	عہ
نوبہار	۴ر

جلال مرحوم

کتاب	قیمت
مضمونہائے دلکش	عہ
نظم نگارین	عہ
افادۂ تاریخ	۸ر
رسالہ تذکیر و تانیث	۶ر

منشی احمد علی شوق

کتاب	قیمت
ترانہ شوق	۸ر
قاسم و زہرہ	۱۲ر
عالم خیال	۸ر
میکفرن لوسی	۴ر

منشی احمد علی مرحوم

کتاب	قیمت
تاریخ تمدن	۸ر ۴ر
شباب لکھنؤ	عہ ۴ر
مرقع اودھ	۴ر

مسٹر عبدالماجد

کتاب	قیمت
تاریخ اخلاق یورپ مجلد	ے
فلسفہ جذبات	عہ ۴ر
فلسفہ اجتماع	عہ ۴ر
غذائے انسانی	۳ر
فلسفہ کی تعلیم	۲ر
ڈودچشیاں (ڈوڑائی)	۸ر

مسٹر انیس احمد عباسی

کتاب	قیمت
اجرہ کی کامیابی	۲ر
بجری جنگ	۲ر

مولانا عبدالشکور

کتاب	قیمت
اسدالغابہ ۸ جلد	عے
علم الفقہ ۲ حصے	للعہ

علامہ سید احمد

کتاب	قیمت
حمایت الاسلام حصہ اول	عہ
حمایت الاسلام حصہ دوم	۱۲
فن ہیئت	۸ر
فن کیمسٹری	۶ر

خواجہ عشرت

کتاب	قیمت
زبان دانی	۴ر
اصلاح زبان اردو	۴ر

منشی عاشق حسین

کتاب	قیمت
مشتاق و زہرہ	عہ ۴ر
افشائے راز	عہ ۸ر
مظفر و دلربائی	۲ر
سلطانا وناول کی داد ۲ حصے	عہ
شادی و غم	عہ ۴ر
تارا ۲ حصے	۸ر

وحشی بلگرامی

کتاب	قیمت
مجموعہ کشت	عہ
خون آرزو	۴ر
خواب عبرت	۳ر
معشوقہ عرب	عہ
جفائے ناز	عہ

مسٹر مشیر حسین قدوائی

کتاب	قیمت
ذکر طیب مجلد عربی	۱۰ر
تشیر	۸ر
عرض حال	۱ر
جذب دل	۸ر
حاکم و محکوم	۴ر

منشی سعید احمد ناطق

کتاب	قیمت
خون عاشق	۵ر
انجمن آرا	عہ
مسافر دمشقی	۶ر
اسمٰعیل و زہرہ	۹ر
ہرفرعونے راموسیٰ	۱۲ر
محبوبۂ فرانس	۸ر
شہر آشوب لندن	۱۲ر

شیخ احمد علی کامل

کتاب	قیمت
رادھا رانی	۳ر
پاربتی	۳ر
کلثوم	۳ر
دو پھول	۳ر

متفرق کتابیں

کتاب	قیمت
واقعات انیس	۱۲ر
جمیلہ کی ناکامیابی	۸ر ۴ر
جواہر التفاسیر	۸ر
خیالات آلیمان	عہ ۲ر
خواب کلکتہ	۸ر
نشتر عقل و شعور	۸ر